اکتوبر ۱۹۹۹ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

لائبریری
قرآن اکیڈمی کراچی

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

- تذکرہ و تبصرہ
موجودہ سیاسی بحران اور اس کا ممکنہ آئینی حل
- عظمتِ مُصطفٰی ﷺ (۲)
ڈاکٹر اسرار احمد

اِن شاء اللہ العزیز

تنظیم اسلامی کا سالانہ تربیتی اجتماع

برائے ملتزم رفقاء

24 تا 28 اکتوبر' قرآن آڈیٹوریم

اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہو گا

رفقاء نوٹ فرمالیں کہ :

- اس اجتماع میں تمام ملتزم رفقاء کی ہمہ وقت شرکت ضروری ہے۔
- اجتماع کا آغاز اتوار 24 اکتوبر کو بعد نماز عصر ہو گا اور اختتام 28 اکتوبر کو نماز ظہر پر ہو گا۔
- وہ مبتدی رفقاء جو مبتدی تربیت گاہ میں شرکت کر چکے ہوں' خصوصی اجازت حاصل کر کے اس اجتماع میں شریک ہو سکیں گے (اس کے لئے درخواست مقامی نظم کی وساطت سے ناظم اعلیٰ کے نام آنی چاہیے)
- اس اجتماع میں ان رفیقات کو بھی شرکت کی اجازت ہو گی جن کے ہمراہ چھوٹے بچے نہ ہوں۔ بیرون لاہور سے آنے والی رفیقات کے لئے محدود پیمانے پر رہائش کا انتظام ہو گا۔ خواہش مند رفیقات ناظمہ علیا کو 15/ اکتوبر تک لازماً مطلع کر دیں —— غیر رفیقات کو اس پروگرام میں شرکت کی اجازت نہیں ہو گی۔

المعلن: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان فون : 6316638

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

11/16/36

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۸
شمارہ :	۱۰
جمادی الاخریٰ	۱۴۲۰ھ
اکتوبر	۱۹۹۹ء
فی شمارہ	۱۰/-
سالانہ زر تعاون	۱۰۰/-

لائبریری * قرآن اکیڈمی کراچی *

سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ادارہ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ)

مقام اشاعت : 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون : 03-02-5869501

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور، فون : 6305110

پبلشر : ناظم مکتبہ مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چودھری، مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

تنسیر قرآن اکیڈمی کراچی

☆ عرضِ احوال ____ ۳
حافظ عاکف سعید

☆ تذکرہ و تبصرہ ____ ۵
موجودہ سیاسی بحران اور اس کا ممکنہ آئینی حل
ڈاکٹر اسرار احمد

☆ اسوہ و سیرت ____ ۱۳
عظمت مصطفیٰ ﷺ
ڈاکٹر اسرار احمد

☆ آسودہ زندگی کا راز ____ ۳۲
پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ نماز میں خشوع (۵) ____ ۳۷
حقیقت و اہمیت اور اسباب
ترجمہ : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

☆ فکرِ عجم (۲۱) ____ ۵۸
ایران میں افکارِ اقبال کا اثر
ڈاکٹر ابو معاذ

☆ حُبُّ النّبی ﷺ ____ ۷۳
مرتب : حافظ محبوب احمد خان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض احوال

سالانہ تربیتی اجتماع برائے ملتزم رفقاء

یہ اطلاع تو رفقاء و احباب تک یقیناً پہنچ چکی ہو گی کہ تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع برائے ملتزم رفقاء' ان شاء اللہ العزیز ۲۴ تا ۲۸/ اکتوبر ۹۹ء قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہو گا ــــــ ۹۵ء تک تنظیم اسلامی کی یہ روایت رہی کہ قریباً ہر سال اجتماع عام کا انعقاد کیا جاتا تھا جس میں مبتدی و ملتزم تمام رفقاء شریک ہوتے' بلکہ دیگر احباب کو بھی کہ جو تنظیم کی دعوت اور فکر سے تو کسی قدر واقف ہوتے لیکن قافلہ تنظیم میں شمولیت کی منزل تاحال انہوں نے طے نہ کی ہوتی' سالانہ اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جاتی اور اجتماع کے دروازے ان کے لئے کھلے رکھے جاتے۔

۹۵ء کا سالانہ اجتماع "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری" کے مصداق آزادی چوک لاہور سے متصل مینار پاکستان کے سبزہ زار میں منعقد ہوا تھا جو بحمد اللہ خاصا بھرپور اور کامیاب رہا۔ تاہم اُس اجتماع کی انتظامی مشکلات اور بالخصوص بے پناہ اخراجات کو دیکھتے ہوئے آئندہ کیلئے فیصلہ کیا گیا کہ کل پاکستان سطح پر ہر سال ایک اجتماع کی بجائے علاقائی بنیادوں پر تنظیمی اجتماعات منعقد کئے جائیں اور تنظیم کے وسیع تر تعارف کے لئے یک روزہ ریلی کی طرز پر پروگراموں کو ترویج دیا جائے۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ہر سال کل پاکستان بنیادوں پر صرف ملتزم رفقاء کا اجتماع لاہور میں رکھا جائے تاکہ "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کے اصول کے تحت کل پاکستان نمائندہ رفقاء کے اجتماع کا تسلسل بھی کسی نہ کسی صورت میں برقرار رہے اور رفقاء کے دینی و تحریکی فکر کی تازگی کا سامان بھی ہوتا رہے جو ہر نظریاتی جماعت کیلئے ایک ناگزیر ضرورت کا درجہ رکھتا ہے۔

۹۶ء اور ۹۷ء کے دوران ایسے تین اجتماعات منعقد ہوئے۔ ۹۷ء میں دو اور ۹۶ء میں ایک۔ یہ اجتماعات تربیتی ہی نہیں مشاورتی نوعیت کے بھی تھے۔ تنظیمی اعتبار سے اہم ترین امور پر ان اجتماعات میں رفقاء کو اظہار رائے کا موقع ہی فراہم نہیں کیا گیا ان سے باقاعدہ مشورہ بھی طلب کیا گیا۔ ان اجتماعات کی افادیت کو رفقاء نے بجا طور پر محسوس کیا ــــــ ۹۸ء میں کل پاکستان سطح پر اجتماع عام کا فیصلہ بھی ہوا ــــــ اس بار اجتماع کے لئے

قرعہ فال کراچی کے نام نکلا۔ اس طرح گویا تین سال کے وقفے کے بعد کل پاکستان اجتماع کی نوبت آئی جو نومبر ۹۸ء میں کراچی میں منعقد ہوا۔ تاہم انہی دنوں حکیم محمد سعید مرحوم کی مظلومانہ شہادت کے واقعے نے کراچی کے دگرگوں حالات میں ایک بار پھر تلاطم کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی اور اس حوالے سے اجتماع کے انعقاد ہی کو مشکوک بنا دیا تھا' لہٰذا وہ اجتماع اُس درجے بھرپور نہ ہو سکا تھا جتنی کہ توقع حالات کی خرابی سے قبل کی جا رہی تھی۔ تاہم اس ساری ہنگامی صورتحال کے باوجود بھی اس اجتماع کا حسن انتظام کے ساتھ انعقاد ایک بہت بڑی کامیابی تھی جس کا تمام تر کریڈٹ رفقائے کراچی کی جاتا ہے۔

اس سال کا سالانہ تربیتی و مشاورتی اجتماع' جو صرف ملتزم رفقاء کے لئے ہے۔ اس اعتبار سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کا انعقاد تنظیم اسلامی کی تاسیس کے ۲۵ سال مکمل ہونے پر عمل میں آ رہا ہے۔ تنظیم کی زندگی کا یہ ایک اہم سنگ میل ہے۔ اس موقع پر ہمیں ایک بھرپور نگاہ واپسیں ڈالنا ہو گی کہ ہم نے تنظیم کا قافلہ تشکیل دیتے وقت اپنے فکر کی اساسات جن مقدمات پر رکھی تھیں' آیا وہ مقدمات اور اساسات درست تھیں' پھر یہ کہ ہم نے جو لائحہ عمل سوچ سمجھ کر اختیار کیا آیا وہ فی الواقع منہج نبویؐ سے ہم آہنگ ہے یا اس معاملے میں ہم کسی مغالطہ کا شکار رہے ہیں؟ —— پھر اگر اس امر پر اطمینان ہو کہ وہ فکری اساسات بھی درست تھیں اور منہج عمل بھی تو ایک عزم تازہ کے ساتھ اپنے سفر کی رفتار کو بڑھائیں اور اگر صورتحال اس سے مختلف ہو تو دوبارہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنی غلطی کا تعین کرتے ہوئے درست سمت میں سفر کا آغاز کریں۔ بہرکیف یہ سالانہ اجتماع نہایت اہمیت کا حامل ہے اور ہر ملتزم رفیق کی ترجیح اول اور بھرپور کوشش ہونی چاہئے کہ وہ اس میں اپنی شرکت کو یقینی بنائے۔ ○○

اعلان داخلہ

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

بی اے سال اول میں داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 7 اکتوبر ہے۔

• سنجیدہ اور باوقار علمی ماحول • قابل اور محنتی اساتذہ • کمپیوٹر کی ابتدائی تعلیم مفت

المعلن: پرنسپل قرآن کالج 191۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

موجودہ سیاسی بحران ' اس کا ممکنہ آئینی حل

اور

موجودہ حالات میں اسلامی انقلاب کے امکانات کا جائزہ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے دو خطابات جمعہ کی تلخیص

(۱) خطابِ جمعہ ۱۰/ ستمبر ۱۹۹۹ء

سانحہ کارگل کے حوالے سے عوامی اضطراب کی جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اور جس سے ہماری اپوزیشن کو تحریک چلانے کیلئے کچھ مواقع میسر آئے تھے اس میں اب شدت آ چکی ہے اور انیس جماعتوں پر مشتمل گرینڈ الائنس قائم ہو چکا ہے۔ ابھی یہ اتحاد بے نام ہے اور اس کا کوئی سربراہ بھی معین نہیں ہوا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان جماعتوں میں ابھی تک وہ ذہنی ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکی جسے اس نوع کے اتحاد کیلئے ناگزیر سمجھا جاتا ہے اور ابھی اندرونِ خانہ کچھ معاملات طے پا رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت کو اپوزیشن سے کوئی فوری خطرہ نہیں ہے۔ تاہم آثار نظر آتے ہیں کہ یہ اتحاد مضبوط ہو گا۔

دوسری طرف جماعت اسلامی نے اب تک تین بہت بڑے جلوس نکالے ہیں' جس سے قاضی حسین احمد اور جماعت اسلامی کا گراف یقیناً اونچا ہوا ہے۔ قاضی حسین احمد صاحب کا یہ معاملہ قابل تحسین ہے کہ وہ ایک موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں' یعنی محض حکومت گرانے کیلئے ہم میدان میں نہیں آئیں گے جب تک آئندہ کا لائحہ عمل سامنے نہ ہو۔ یہ بہت مثبت بات ہے۔ لیکن جماعت اسلامی کی طرف سے ایک بات یہ بھی سامنے آئی ہے کہ انہوں نے متحدہ اپوزیشن میں شرکت پر مشروط رضامندی ظاہر کی اور شرط یہ رکھی کہ اگر قاضی صاحب کو وزیر اعظم بنایا جائے تو پھر جماعت اسلامی اس الائنس میں شامل ہو سکتی ہے۔ اس پر کافی تنقید ہوئی' استہزاء بھی ہوا۔ چنانچہ جماعت اسلامی نے اپنا موقف بدلا ہے اور کہا ہے کہ جب تک اسلامی انقلاب کی راہ ہموار نہ ہو ہم میدان میں آ کر چیلنج نہیں کریں گے۔ اگرچہ یہ موقف درست ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اس راہ سے اسلامی انقلاب آ سکے گا؟

ملک میں تیسری لہر جو اٹھی ہے وہ سرحد سے اسامہ بن لادن کے حوالے سے ہے' جس کے قائدین میں مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق قابل ذکر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان میں

طالبان طرز کا اسلامی انقلاب آئے گا اور انہوں نے اپنی ریلیوں کا عنوان "مردہ باد امریکہ" رکھا ہے۔ ان کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ یہ علاقہ افغانستان سے متصل ہے۔ اگر ان کے نفاذ شریعت کے مطالبے کو نظرانداز کیا گیا تو اس تحریک کا انجام پاکستان کی سالمیت کے اعتبار سے خطرناک ہو سکتا ہے اور پاکستان کی پختون بیلٹ کٹ کر افغانستان میں شامل ہو سکتی ہے۔

چوتھا معاملہ سندھ کا ہے اور یہ مسئلہ ۸۴۔ ۱۹۸۳ء کے بعد اب ایک بار بھرپور شدت کے ساتھ سامنے آیا ہے اور یہ تبصرہ غلط نہیں کہ سندھ میں مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ سندھ میں پچھلی ہڑتال بڑے زور شور سے ہوئی تھی، جبکہ آئی جی پولیس رانا مقبول نے جس طرح حیدر آباد میں پولیس کا جلوس نکال کر پولیس ایکشن اور پکڑ دھکڑ کے ذریعے عوام کو خوفزدہ کیا اس سے مشرقی پاکستان میں کئے گئے فوجی ایکشن کی یاد تازہ ہو گئی۔ اس کے باوجود ۴ ستمبر کی ہڑتال غیر معمولی طور پر کامیاب رہی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل سندھ کے جذبات کیا ہیں۔ پولیس ایکشن کے ذریعے لوگوں کو اس طرح خوفزدہ کرنے کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے، کیونکہ وہاں کوئی سیاسی حکومت نہیں ہے۔ گورنر راج کا نام لیا جاتا ہے لیکن وہ بھی بالفعل موجود نہیں ہے۔ سیاسی طور پر غوث علی شاہ لائے گئے ہیں لیکن حقیقت میں اختیارات ان کے پاس بھی نہیں ہیں، بلکہ رانا مقبول کے ذریعے پورے سندھ کو کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ یہ صورت حال کسی بھی طرح قابل اطمینان نہیں۔

اوپر جو صورت واقعہ بیان ہوئی میرے نزدیک اس کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ چوتھی بار چکر لگا کر اسی دوراہے پر آگئی ہے جہاں بحران کے باعث ملک میں مارشل لاء لگ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں سیاست مثبت انداز میں پروان نہیں چڑھ سکی۔ بار بار مارشل لاء کے باعث اور سیاسی عمل میں تعطل سے ہماری قوم سیاسی شعور کے اعتبار سے تاحال بالغ نہیں ہو سکی۔ چنانچہ موجودہ صورتحال یہ ہے کہ شدید محاذ آرائی کا آغاز ہو چکا ہے۔ ایک طرف حکومت اور اس کے حواری ہیں، ان کی پشت پر سرکاری میڈیا ہے، جس کے ذریعے حکومت اور اس کے اقدامات کی مدح سرائی ہو رہی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ کچھ سرپھرے لوگ اور کچھ مسترد سیاستدان ہیں جو انتشار پھیلا رہے ہیں۔ لیکن ظاہراً ایسا ہوتا ہے کہ حکومت کو یہ احساس ہو چکا ہے کہ معاملہ اب سنجیدگی سے لینا ہو گا۔ دوسری طرف اپوزیشن اور ان کے حامی ہیں جن میں بہت سے کالم نویس بھی ہیں، جو ون پوائنٹ ایجنڈا پر جمع ہو رہے ہیں۔ اگرچہ اس دھارے میں جماعت اسلامی شامل نہیں ہے لیکن اگر جماعت اسلامی حکومت کے خلاف تحریک چلاتی ہے تو اس کا فائدہ بھی بالواسطہ طور پر حکومت مخالف طاقتوں کو پہنچے گا۔

تیسری جانب اس بات کے بھی شواہد موجود ہیں کہ سندھ میں پکڑ دھکڑ اور پولیس ایکشن کے ذریعے ریاستی دہشت گردی کی وجہ سے موجودہ حکومت کے حق میں امریکی حمایت میں کمی آئی

ہے' جبکہ مشرقی تیمور کے حوالے سے نواز شریف کے مطالبے کو بھی امریکہ نے مسترد کردیا ہے کہ کشمیر کے مسئلہ کو بھی مشرقی تیمور جیسی اہمیت دی جائے۔ بلکہ انتہائی جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دو الگ معاملات ہیں۔ جس پر پاکستان نے بھی امریکی صدر کلنٹن کا یہ موقف رد کردیا ہے کہ کشمیر اور مشرقی تیمور کا معاملہ علیحدہ ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ حالات کا رخ کیا ہے اور اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

دیکھئے راستے دو ہیں۔ ایک ہے ماورائے آئین راستہ یعنی محاذ آرائی میں شدت پیدا ہو جائے' امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے' جسے اگر سول حکومت کنٹرول نہ کر سکی تو لامحالہ فوج کو دخل دینا پڑے گا۔ چنانچہ فوج پس پردہ رہ کر بھی موجودہ حکومت کو چلتا کر سکتی ہے اور مارشل لاء بھی لگ سکتا ہے۔ یا تیسرا خوف ناک نتیجہ (خاکم بدہن) یہ ہو سکتا ہے کہ خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہو جائے' کیونکہ حرکۃ الانصار نے کہا ہے کہ اگر حکومت نے ہماری طرف میلی آنکھ سے بھی دیکھا تو ہمارے پاس ایک لاکھ تربیت یافتہ مسلح کارکن پاکستان میں موجود ہیں۔ حرکۃ الانصار کی پشت پر دیوبندی مکتب فکر کے علماء ہیں۔ اسی طرح جے یو آئی بھی جس کا اثر و رسوخ پختون بیلٹ میں ہے' علمائے دیوبند پر مشتمل ہے۔ اگر ان دونوں میں کوئی اتحاد ہو جائے تو یہ ایک نہایت مؤثر قوت کے طور پر ابھر کر سامنے آ سکتے ہیں۔ دوسری طرف افغانستان میں طالبان بھی دیوبندی مدارس سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں دوسری جہادی تحریکیں جماعت اسلامی اور اخوانی طرز کے لوگوں پر مشتمل ہیں۔ افغانستان میں طالبان اور حکمت یار گروپ کا جھگڑا اسی بات پر ہے کہ بیسویں صدی میں جو جدید اسلامی تحریکیں ابھری تھیں' جن میں الاخوان المسلمون اور جماعت اسلامی شامل ہیں' ان کے اور قدیم مدارس کے دینی لوگوں کے مزاج میں بہت فرق ہے۔ لہٰذا ان دونوں گروپوں کے مابین پاکستان میں بھی مذہب کے نام پر تصادم ہو سکتا ہے جو بہت خوفناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے!

دوسرا راستہ آئینی ہے۔ اگر اسی آئین کے حوالے سے ملک میں حکومت کی تبدیلی کا کوئی معاملہ ہو جائے تو بہترین ہو گا۔ تاہم چودھویں ترمیم کی وجہ سے موجودہ اسمبلی کے ذریعے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

آئین کی حدود میں رہتے ہوئے ایک دوسرا طریقہ جو "الدِّین النَّصیحۃ" کے تحت میں تجویز کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ نواز شریف صاحب موجودہ سیاسی بحران کے خاتمے کیلئے خود مڈٹرم الیکشن کرا دیں۔ چونکہ یہ الیکشن وہ خود کروائیں گے اس لئے نگران حکومت کے طور پر مرکزی حکومت انہی کی رہے گی۔ صوبائی حکومتیں چونکہ انتخابات پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں لہٰذا میرا مشورہ یہ ہو گا کہ تمام صوبائی حکومتیں ختم کر کے گورنر راج نافذ کر دیا جائے۔ نیز یہ الیکشن فوج کی نگرانی میں کرایا جائے۔ اگر اس الیکشن کے نتیجے میں انہیں دوبارہ مینڈیٹ حاصل ہو جاتا ہے'

خواہ وہ اتنا بھاری بھرکم نہ ہو' تب بھی اپوزیشن کی تحریک خود بخود ختم ہو جائے گی اور اگر عوام نے انہیں مسترد کر دیا تو یہ باعزت طور پر اقتدار سے الگ ہو سکیں گے۔ موجودہ ملکی صورتحال میں یہ ایک آئینی حل ہونے کے ساتھ ساتھ موجودہ حکمران پارٹی کیلئے بھی بہترین آپشن ہے۔

رہا اسلامی انقلاب کا معاملہ تو وہ سرے سے کسی سیاسی جماعت کے پروگرام میں شامل ہی نہیں۔ اس سلسلے میں اگر کچھ امید کی جا سکتی ہے تو صرف جماعت اسلامی سے کی جا سکتی ہے۔ لیکن اسلامی انقلاب صرف اسوہ محمدیؐ پر عمل پیرا ہو کر ہی برپا کیا جا سکتا ہے لہٰذا جب تک کسی خالص دینی ایشو پر تحریک نہ چلے اسلامی انقلاب ناممکن ہے' اور جماعت اسلامی نے آج تک کسی خالص دینی ایشو پر تحریک نہیں چلائی' سودی معاملے کو انہوں نے کبھی نہیں اٹھایا' حالانکہ ہر شخص کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر پاکستان میں اسلامی انقلاب آیا تو سب سے پہلے سودی عالمی مالیاتی استعمار سے مقابلہ ہو گا جس کیلئے پہلے سے ذہنوں کو ہموار کرنا اور مناسب تیاری کرنا لازم ہے' اس لئے کہ سودی نظام کو جڑ سے اکھاڑے بغیر کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی' جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ؎

ایں بنوک ایں فکر چالاکِ یہود　　نورِ حق از سینہ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام　　دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

(یہ بینکوں کا نظام یہود کی مکار ذہنیت کا نتیجہ ہے جس نے آدم کے سینے سے نورِ حق کو نکال باہر کیا ہے۔ جب تک یہ نظام تلپٹ نہیں کیا جائے گا دین کے قیام کی باتیں اور عالمانہ و دانش مندانہ بحثیں سب خام خیالی ہیں)

اسی طرح جماعت اسلامی نے بدترین استحصالی نظام جاگیرداری کے خلاف کوئی مہم نہیں چلائی۔ فحاشی اور عریانی کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلائی۔ لہٰذا اس اعتبار سے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جماعت اسلامی بھی اسلامی انقلاب کی راہ پر نہیں۔ چنانچہ ہم قاضی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کسی خالص دینی مسئلہ کو بنیاد بنا کر تحریک چلائیں اور اپنی منظم طاقت کو اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کیلئے استعمال کریں۔ کاش کہ یہ بات ان کی سمجھ میں آ جائے کہ لوگوں کے ذاتی مسائل پر تحریک چلا کر اسلامی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم سورۂ کہف کی آیات ۲۷ تا ۲۹' جن کی میں نے شروع میں تلاوت کی تھی' کے مطابق عمل پیرا رہیں گے۔ کیونکہ آج پاکستان میں اسلامی انقلاب کی تحریک تقریباً اسی مقام پر کھڑی ہے جہاں حضور ﷺ کے دور میں ان آیات کے نزول کے وقت اسلامی تحریک تھی۔ (واضح رہے کہ سورۂ کہف آنحضور ﷺ کے مکی دور کے آخری حصے میں نازل ہوئی تھی) وہی صورتحال پاکستان میں بھی ہے یعنی عوامی رخ اقامت دین کی طرف نہیں ہے۔ کوئی بڑی جماعت اس حوالے سے گفتگو کرنے کو تیار نہیں ہے۔ بہرحال ہم نے اسوہ رسول ﷺ سے جو

طریق انقلاب سمجھا ہے اس پر عمل پیرا ہیں اور اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے ﴿ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتٰبِ رَبِّكَ ﴾ "(اے نبی!) تلاوت کیجئے (اور لوگوں کو سناتے اور پڑھاتے رہیئے) جو کچھ آپؐ کی جانب آپؐ کے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔ الحمدللہ کہ یہی کام ہم بھی کر رہے ہیں۔ ﴿ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ﴾ "اللہ کے کلمات کو تبدیل کرنے والا کوئی نہیں"۔ یعنی اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ اس وقت انقلاب برپا کرتا ہے جب انقلاب کے اہل لوگ سامنے آجائیں۔ ﴿ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴾ "اور (اے نبی!) آپ اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے"۔

اُس وقت حضور ﷺ کے دل میں خیال آتا تھا کہ یہ بڑے بڑے سردار اگر ایمان لے آئیں تو غلبہ دین کا راستہ کھل جائے گا۔ اس لئے بیان فرمایا کہ آپ کسی طرف نہ دیکھیں، صرف اللہ کی کتاب کے ذریعے اللہ کی طرف متوجہ رہیں ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ "اور تھامے رکھئے اپنے آپ کو، اور ان لوگوں کی صحبت کو غنیمت سمجھئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں" ﴿ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ﴾ "اور آپ ہرگز ان سے نگاہ نہ پھیریں۔ کیا آپ دنیا کی زینت پسند کرتے ہیں؟" آپ کی نگاہیں اپنے ساتھیوں سے ہٹ کر کہیں ان لوگوں کی طرف نہ ہو جائیں جنہیں ہم نے دنیا میں بہت کچھ دے رکھا ہے۔ ﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ ﴾ "اور اس شخص کی بات مت مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اور جو حد سے بڑھا جاتا ہے"۔

﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ "اور کہہ دیجئے (جو میں پیش کر رہا ہوں) یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے"۔ ﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ﴾ "پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے"۔ یعنی تمہارے ایمان لانے یا نہ لانے سے اللہ کی سلطنت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ہاں یہ جان لو ﴿ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ﴾ "اللہ نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔" ﴿ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ﴾ "اس آگ کی قناتیں انہیں اپنے گھیرے میں لے لیں گی"۔ ﴿ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ○ ﴾ "جب وہ پیاس سے بے تاب ہو کر پانی طلب کریں گے تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا جو ابلتے ہوئے تانبے کی مانند ہو گا۔ جو ان کے منہ جھلس دے گا۔ بہت بری ہے وہ پینے کی شے اور بہت برا ہے وہ جائے مقام۔"

یہی دعوت ہم عام کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ قاضی صاحب اسلامی انقلاب کی راہ راست کی طرف اپنا رخ کر لیں۔ آمین یا رب العالمین ○○

(۲) خطابِ جمعہ ۱۷/ ستمبر۱۹۹۹ء

جیسا کہ پچھلے خطاب جمعہ میں تفصیل سے عرض کیا جاچکا ہے اس وقت ہمارے ملک میں وہ صورت حال ایک بار پھر پوری شدت سے پیدا ہو چکی ہے جو کئی بار وقفے وقفے سے دہرائی جاتی رہی ہے۔ یعنی سیاسی افراتفری' احتجاجی ہنگامے اور ان کے نتیجے میں حکومتوں کی تبدیلی کا ظہور پذیر ہونا۔ سب سے پہلی تبدیلی جو ۱۹۵۸ء میں پاکستان میں سول حکومت کے خاتمے اور مارشل لاء کے نفاذ کی صورت میں آئی تھی وہ کسی عوامی جدوجہد یا تحریک کا نتیجہ نہیں تھی لیکن ۶۹-۶۸ میں ایوب خان کے خلاف جو عوامی تحریک چلی جس کے نتیجے میں پہلے یحییٰ خان کا مارشل لاء اور پھر بھٹو صاحب آئے' اس کے پیچھے یقیناً ایک عوامی تحریک موجود تھی۔ اس کے بعد یہی کیفیت ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئی جب بھٹو کے خلاف ایک بڑی تحریک شروع ہوئی تھی' جسے بعد میں "تحریک نظامِ مصطفیٰ" کا نام دے دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں ضیاء الحق کا مارشل لاء آیا' جس کے رد عمل کے طور پر ۱۹۸۵ء سے ۱۹۸۸ء تک تدریجاً ایک جدوجہد کا دور گزرا اور ملک کو آئین کی پٹڑی پر ڈالنے کیلئے ایم آر ڈی کی تحریک چلی' جس کے بعد غیر جماعتی اور پھر جماعتی انتخابات جیسی کوششیں ہوئیں۔ اب یہ چوتھا دور ہے جب نواز شریف حکومت کے خلاف ایک عوامی تحریک اور احتجاجی محاذ آرائی کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس صورتِ حال کا انجام کیا ہو گا اور اس کا حل کیا ہے؟ اس موضوع پر اپنے پچھلے جمعہ کے خطاب میں تفصیل کے ساتھ میں اظہار خیال کر چکا ہوں۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں میرا یہ مشورہ صرف فرمان نبویؐ "الدِّین النَّصیحة" کے مطابق ہے' کوئی مانے یا نہ مانے اس سے ہمیں سروکار نہیں' کیونکہ ہمارا اس حکومت مخالف احتجاجی عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں کسی خالص دینی معاملے پر تحریک اٹھے جو واقعتاً اسلامی انقلاب برپا کرنے کیلئے شروع کی گئی ہو تو اس میں ہم ضرور شامل ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نظام مصطفیٰؐ تحریک میں بھی شامل نہیں ہوئے تھے' اس لئے کہ وہ اصلاً اینٹی بھٹو تحریک تھی۔ اس تحریک میں کسی دینی تحریک کے تقاضے ادنیٰ درجے میں بھی پورے نہیں کئے گئے تھے۔

انتخابی عمل اور سیاسی احتجاجی تحریکوں سے دور رہنے کا یہ فیصلہ بے بنیاد اور بلاجواز نہیں ہے بلکہ ہمارا سوچا سمجھا فیصلہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان کی بقاء صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے معاملہ پر سیاسی اکھاڑ پچھاڑ ملک کیلئے انتہائی نقصان دہ ہوگی۔ جبکہ اسلامی انقلاب صرف نبویؐ طریق پر جدوجہد کے نتیجے میں برپا ہو سکتا ہے۔

موجودہ حالات میں پاکستان میں اسلامی انقلاب کے امکانات۔ ایک جائزہ

اب آیئے پاکستان کے امراض کا تجزیہ اور تشخیص کر کے دیکھیں کہ وہ ملک جو اسلام کے نام

پر حاصل کیا گیا تھا ہماری غلط حکمت عملی کے باعث آج کہاں کھڑا ہے۔ میرا چار نکاتی تجزیہ یہ ہے :

۱) پاکستان میں سیاسی عدم استحکام عروج پر ہے۔ کوئی سیاسی ادارہ 'حتیٰ کہ قوم کا سیاسی شعور مستحکم نہیں ہے۔ اخلاقی زوال انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ دیانت 'امانت اور ایفائے عہد کے وصف سے پوری قوم عاری ہو چکی ہے۔ معاشی بد حالی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے غلام بن چکے ہیں اور جلد یا بدیر ملک کا دیوالیہ نکلنے کو ہے۔ ناقص نظام تعلیم کے باعث آئندہ نسل سے بھی کوئی امید نہیں کہ وہ ملک و قوم کی ترقی میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکے۔

۲) ان امراض کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم آج بھی انگریز کے چھوڑے ہوئے نظام کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ ہماری معیشت سودی نظام پر استوار ہے۔ بد ترین استحصالی جاگیردارانہ نظام کو ختم کرنے کیلئے ہم نے سرے سے کوئی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ قیام پاکستان کے مقصد سے انحراف اور اللہ سے نفاذ اسلام کے کئے گئے وعدہ کی عہد شکنی کی سزا کے طور پر اللہ نے بحیثیت مجموعی پوری قوم پر منافقت مسلط کر دی ہے۔

۳) اجتماعی توبہ اور اُس کے نتیجے میں اسلامی انقلاب سے کمتر پاکستان کی بقا اور استحکام کا کوئی حل نہیں۔

۴) اگر اسلامی انقلاب نہ آیا اور موجودہ صورتحال برقرار رہی تو (خاکم بدہن) پاکستان کی سلامتی شدید خطرات سے دوچار ہو جائے گی اور شدید اندیشہ ہے کہ پھر موجودہ پاکستان بھارت کی ایک ذیلی ریاست بن جائے یا اکھنڈ بھارت کا حصہ بن کر اس میں ضم ہو جائے 'جس کا آغاز حالیہ سانحہ کارگل کی صورت میں ہو چکا ہے کہ جس میں ہم نے بالواسطہ طور پر بھارت کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے پسپائی اختیار کی ہے۔

دوسری طرف پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جائے تو اس کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آئی کیونکہ عوام کی غالب اکثریت رسمی مسلمانوں پر مشتمل ہے جن کا حقیقی اسلام 'ایمان اور دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی موجودہ حکومت سے نفاذ اسلام کی کوئی امید ہے۔ اگرچہ ابتداء میں شریف فیملی کے دوبار میرے پاس چل کر آنے کی وجہ سے مجھے وقتی طور پر کچھ امید ہو چلی تھی کہ شاید یہ لوگ نفاذ اسلام کے معاملے میں مخلص ہیں۔ یہی گمان مجھے جنرل ضیاء الحق کے بارے میں بھی ہوا تھا جو بہت جلد رفع ہو گیا تھا۔ لہٰذا میں نے جنوری ۱۹۹۹ء میں پبلک پلیٹ فارم سے یہ اعلان کر دیا تھا کہ شریف فیملی سے اب مجھے کسی درجے میں بھی خیر کی امید باقی نہیں رہی۔

مذہبی جماعتوں کا حال یہ ہے کہ ان کی اکثریت بھی فرقہ واریت پر مبنی ہے۔ سیاسی طور پر ان کی کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں۔ روایتی علماء کی اکثریت نے مذہب کو پیشہ بنالیا ہے۔ علماء حق اول تو ہیں ہی بہت کم، اور جو ہیں وہ کچھ زیادہ مؤثر نہیں لہٰذا ان مذہبی جماعتوں سے بھی اسلامی انقلاب کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔ غیر فرقہ وارانہ تحریکوں میں تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی قابل ذکر ہیں۔ تبلیغی جماعت کے پیش نظر چونکہ صرف افراد کی اصلاح ہے، اجتماعی نظام زندگی سے انہیں کوئی بحث ہی نہیں، اس لئے تبلیغی جماعت سے اسلامی انقلاب کی امید رکھنا بیکار ہے۔ جماعت اسلامی جو گزشتہ چالیس سالوں سے انتخاب کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی اب انتخابات سے مایوس ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسلامی انقلاب کیلئے منہاج محمدیؐ کی راہ اپنانے کے بجائے شارٹ کٹ کے چکر میں پڑی ہوئی ہے۔ اور اس انتظار میں ہے کہ کوئی طاقتور ہاتھ اقتدار کی ڈور ان کے ہاتھ میں تھمادے۔ جماعت اسلامی جب تک حضور ﷺ کے طریقہ کو اپنا کر کسی خالص دینی مسئلہ کو بنیاد بنا کر تحریک نہیں چلائے گی اسلامی انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اللہ سے ہماری دعا ہے کہ وہ قاضی حسین احمد کو اسلامی انقلاب کا درست راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میری جماعت تنظیم اسلامی ایک چھوٹی جماعت ہے، تاہم منہاج محمدیؐ کے مطابق آج ملک میں اسلامی انقلاب کیلئے صرف یہی جماعت جدوجہد کر رہی ہے۔ اس کی رفتار اگرچہ ابھی سست ہے تاہم لائحہ عمل اور سمت درست ہے۔

اس پس منظر سے قطع نظر، پاکستان کے موجودہ حالات یہ ہیں کہ اپوزیشن کی ۱۹ جماعتوں کا حکومت مخالف اتحاد جو اب تک بے نام تھا اسے گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس کا نام دیا جاچکا ہے، جبکہ پاکستان عوامی اتحاد نے بھی کہا ہے کہ وہ کراچی اور سندھ میں اپنی احتجاجی تحریک جاری رکھے گا۔ لہٰذا حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں حکومت اپوزیشن محاذ آرائی میں شدت پیدا ہوگی۔ حالات وواقعات سے اب یہ بات بھی ظاہر ہو چکی ہے کہ موجودہ حکومت اور فوج کے درمیان محاذ آرائی کی کیفیت موجود ہے۔ اور اگر یہ خلیج وسیع تر ہوتی گئی تو پاکستان کے وجود کیلئے انتہائی خطرناک ہو سکتی ہے کیونکہ اوپر بیان کئے گئے عوامل کے اثرات تو وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوں گے لیکن فوج اور حکومت کے اختلافات کا نتیجہ ماضی میں بھی فوری ظاہر ہوتا رہا ہے اور اگر اس بار فوج نے کوئی اقدام کیا تو ملک وملت کیلئے تباہ کن ثابت ہوگا۔ لہٰذا ملک کی بقاء کیلئے فوری حل تو وہی ہے جو ہم نے دستور کے تحت چار نکات پیش کئے ہیں لیکن پاکستان کے مسائل کا حقیقی اور پائیدار حل صرف اور صرف اسلامی انقلاب میں مضمر ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○○

(مرتب : فرقان دانش خان)

عظمتِ مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا ایک فکر انگیز خطاب
بمقام فورسیزنز ہال، یکم جولائی ۹۹ء

(گزشتہ سے پیوستہ)

بیعتِ عقبہ اولیٰ و بیعتِ عقبہ ثانیہ

طائف سے واپسی کے بعد اسی سال ایام حج میں آپؐ مکہ سے باہر مختلف وادیوں میں ٹھہرے ہوئے حاجیوں سے ملاقات کر کے انہیں اسلام کی دعوت پیش کر رہے تھے کہ آپؐ کو یثرب سے آئے ہوئے چھ حاجی مل گئے۔ آپؐ نے ان کے سامنے اپنی دعوت رکھی۔ یہ چھ حاجی قبیلہ خزرج سے تھے۔ یثرب کے یہودی چونکہ یہ کہا کرتے تھے کہ عنقریب نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور جب ان یہودیوں کے قبیلہ اوس اور خزرج سے سے جھگڑے ہوتے تھے اور وہ ان قبائل سے مار کھاتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ ابھی تو تم ہمیں دبا لیتے ہو، لیکن دیکھو! نبی آخرالزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے، جب ہم ان کے ساتھ مل کر لڑیں گے تو تم ہمیں شکست نہیں دے سکو گے۔ یہودیوں کی یہ باتیں اہلِ یثرب کے کانوں میں پڑی ہوئی تھیں۔ لہٰذا جب یثرب سے آئے ہوئے ان حاجیوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت پیش کی تو انہوں نے کَن انکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے قبیلہ خزرج کے وہ چھ آدمی ایمان لے آئے۔ واپس مدینے جا کر انہوں نے تھوڑی بہت دعوت دی ہوگی، اس کے نتیجے میں اگلے سال حج کے موقع پر بارہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں کوئی مبلغ و معلم اور مُقری دیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائے، کیونکہ آپ سے تو ہماری ملاقات اب اگلے سال ہوگی۔

آپ کو معلوم ہے کہ عرب میں سفر کرنا آسان کام نہیں تھا، قتل و غارت کا خطرہ رہتا تھا اور قافلے لوٹ لئے جاتے تھے، صرف اشہرِ حُرُم، یعنی حج کے مہینوں میں امن وامان ہوتا تھا کہ کوئی کسی کو تنگ نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ ہمیں کوئی قرآن پڑھانے والا دیجئے۔ قرعۂ فال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام نکلا اور آپ نے انہیں یثرب سے آئے ہوئے حضرات کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ نے ایک اور صحابی حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم کو، جو نابینا تھے، یثرب بھیج دیا۔ ان دونوں حضرات نے وہاں دعوت و تبلیغ کا کام کیا اور اس لگن سے لوگوں کو قرآن پڑھایا کہ حضرت مصعب کا تو نام ہی "مقری" پڑ گیا تھا۔ اس دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں اگلے سال پچھتر (۷۵) آدمی مکہ آئے اور بیعتِ عقبہ ثانیہ ہو گئی، جس کے نتیجے میں یثرب کی طرف ہجرت کا راستہ کھل گیا۔ ان ۷۵ افراد میں اوس اور خزرج کے بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے۔ ان دونوں قبائل کی بحیثیت مجموعی اسلام کی طرف پیش قدمی سے اللہ تعالیٰ کی وہ مشیت اس طور سے پوری ہوئی اور مدینے کی طرف ہجرت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے بقیہ صحابہ کو تو ہجرت کی اجازت دے دی لیکن خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح اجازت نامہ ملنے کے منتظر رہے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ سفرِ ہجرت کے لئے بالکل تیار تھے اور آپ سے پوچھا کرتے تھے کہ حضور! ہجرت کی اجازت آگئی؟ آپ فرماتے "ابھی نہیں آئی"۔ اس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روزانہ دریافت فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم نے عجیب نقشہ دیکھا کہ عین دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ چلے آرہے ہیں اور آپ نے اپنے چہرے اور سر کے اوپر کپڑا اوڑھا ہوا ہے۔ عرب میں دوپہر کے وقت کسی کے ہاں جانا اور ملاقات کرنا نہ آج پسندیدہ بات ہے نہ پہلے کبھی تھی، کیونکہ یہ قیلولہ کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم اُس وقت حضور ﷺ کی آمد پر حیران ہوئے۔ آپ نے آ کر پہلی بات یہ فرمائی کہ ہجرت کی اجازت آگئی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اپنے طور پر دو اونٹنیاں (ایک اپنے لئے اور ایک حضور ﷺ کے لئے) تیار کی ہوئی تھیں اور انہیں کھلا پلا کر خوب موٹا کیا ہوا تھا تاکہ خوب تیز دوڑیں اور سفرِ ہجرت میں

کام آئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خوشی کے انداز میں عرض کیا کہ حضور! میں نے سفر کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں۔ آپ نے ذرا توقف کے بعد فرمایا : "ٹھیک ہے' ایک میں استعمال کروں گا لیکن میں اس کی قیمت ادا کروں گا"۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر رو پڑے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بھی یہ مغائرت!

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت و حمیت اور خودداری تھی۔ بہرحال مدینے کی طرف سفرِ ہجرت ہوا۔ اس کے بعد آپ کی جدّوجُہد کا دوسرا دَور شروع ہوا۔ اس محدود وقت میں یہ ممکن نہیں ہے کہ یہاں پورے انقلابی عمل کو بیان کیا جائے۔

مکی دَور میں دعوت' تربیت و تزکیہ' تنظیم اور صبرِ محض' یہ چار چیزیں بیک وقت چلی ہیں۔ "صبر محض" تیاری کا دَور ہے کہ جب تک اتنی طاقت نہیں ہے کہ کفر کے آمنے سامنے کھڑے ہو کر مقابلہ کر سکیں' اس وقت تک اگر تم پر کوئی زیادتی کی جائے تو جھیلو اور برداشت کرو اور صبر کرو۔ اس مرحلے پر کوئی جوابی کارروائی نہ کی جائے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کے ضمن میں آپ کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کا انتہائی نازک معاملہ تھا۔ وحی جلی' یعنی قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم نہیں آیا تھا کہ اپنے ہاتھ بندھے رکھو۔ لیکن اس حکم کا تذکرہ بعد میں سورۃ النساء میں بایں طور کیا گیا :

> "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو! (اس وقت بعض لوگ چاہتے تھے کہ ہمیں جنگ کی اجازت دی جائے) اب جو انہیں جنگ کا حکم دیا گیا تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے ایسے ڈر رہے ہیں جیسا اللہ سے ڈرنا چاہئے' یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر' اور کہتے ہیں خدایا' یہ ہم پر جنگ کا حکم کیوں لکھ دیا گیا؟"

مکّی سورتوں میں اس حکم کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعے سے ہاتھ بندھے رکھنے کا حکم دیا ہو' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی جلی ہی نہیں وحی خفی بھی آتی تھی۔ اس سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا تدبر اور آپ کی اپنی تدبیر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی سوچی سمجھی رائے تھی کہ کوئی انقلابی جماعت جو ابھی تعداد اور قوت میں تھوڑی ہے' اگر وہ پُرتشدد ہو جائے تو وہ کچل دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تر تشدد کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پُرتشدد نہیں ہوئے۔ حالانکہ انہیں ستایا اور مارا جا رہا تھا' انہیں گھروں میں نظربند کیا جا رہا تھا' انہیں بھوکا پیاسا رکھا جا رہا تھا۔

خاص طور پر غلاموں پر انتہائی تشدد کیا جا رہا تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والدین حضرت سمیہ اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہما کو تو شہید بھی کر دیا گیا۔ اس سب کے باوجود مسلمانوں کی طرف سے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی گئی۔ یہ انتہائی حکیمانہ اور انتہائی مدبرانہ انداز ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اس مرحلے پر اگر کہیں جوابی کارروائی ہو جائے تو باطل قوتوں کو ہمیں کچلنے کا پورا جواز مل جائے گا۔ ابھی تو ہمیں وقت چاہیئے کہ ہم اپنی دعوت و تربیت کے ذریعے سے اپنی بنیاد (Base) کو وسیع' مستحکم اور مضبوط کریں۔ اس کو علامہ اقبال نے یوں کہا ہے ۔

بانشہء درویشی در ساز و دما دم زن!

یعنی درویشی کا انداز اختیار کرو اور اس سے موافقت اختیار کر لو اور اسی انداز پر محنت اور کوشش کرتے رہو۔ آخر دعوت و تبلیغ بھی تو درویشی ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ درویش کو اگر کسی نے تھپڑ بھی مار دیا تو وہ اس کو جواب میں تھپڑ نہیں مارے گا۔ درویشی یہ ہے کہ ظلم و زیادتی کے باوجود کوئی جوابی کارروائی نہ کی جائے اور اپنے ہاتھ بندھے رکھے جائیں' ذاتی مدافعت (Self Defence) میں بھی ہاتھ نہ اٹھایا جائے چاہے تمہارے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کرتہ اتار دو' انہوں نے اتار دیا' ان کی نگاہوں کے سامنے زمین پر دہکتے ہوئے انگارے بچھے ہوئے تھے۔ اب حضرت خبابؓ سے کہا گیا کہ ان انگاروں پر لیٹ جاؤ تو وہ لیٹ گئے۔ اس لئے کہ صبر محض اور ہاتھ بندھے رکھنا محمد عربی ﷺ کا حکم تھا۔ ورنہ یہ کہ آدمی اگر مایوس ہو جائے کہ میرا تو یہ کباب بنانے چلے ہیں اور وہ اقدام کرنے پر آ جائے تو دو چار کو مار کر ہی مرے گا۔ بلی کو بھی اگر آپ کارنر کر لیں اور اسے محسوس ہو کہ میرے لئے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا گیا ہے تو وہ آپ پر حملہ آور ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک انسان کو جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہ مجھے زندہ کو بھوننے لگے ہیں تو وہ اگر کوئی کارروائی کر دے تو دو چار کو مار کر مرے گا' لیکن محمد عربی ﷺ کی انقلابی جدوجہد میں صبر محض کے مرحلے پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔

مکے کے بارہ برس دعوت و تبلیغ' تربیت و تزکیہ اور تنظیم کے مراحل میں گزرے' جس کا نقطۂ عروج بیعتِ عقبہ ثانیہ ہے' جس میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عہد

لیا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :

((بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لاَّ نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ' وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا' لاَ نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لاَئِمٍ))

"ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی تھی کہ آپؐ کا ہر حکم سنیں گے اور مانیں گے' خواہ مشکل ہو خواہ آسانی ہو' خواہ طبیعت آمادہ ہو اور خواہ ہمیں اپنی طبیعتوں پر جبر کرنا پڑے' خواہ آپؐ دوسروں کو ہم پر ترجیح دے دیں' اور جنہیں بھی آپؐ ذمہ دار بنائیں گے ان سے ہم جھگڑیں گے نہیں (ان سے تعاون کریں گے)۔ اور جہاں بھی ہوں گے حق بات (اور صحیح مشورہ) ضرور پیش کریں گے' ہم اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔"

یہ ایک عظیم بیعت تھی جس سے ایک تنظیم وجود میں آئی۔

داخلی استحکام کی خاطر اقدامات

مدینے میں آکر آپؐ نے داخلی استحکام کی خاطر چھ مہینے میں تین کام کئے :

۱) مسجدِ نبوی کی تعمیر کی جس سے ایک مرکز بن گیا۔ اب یہ دارالندوہ بھی تھی اور دارالمشاورت بھی' یہ دارالامارہ بھی تھی اور دارالصلاۃ بھی۔ یہی دارالتعلیم' دارالتزکیہ اور دارالاحسان بھی تھی۔ اسے آپ خانقاہ' درس گاہ' تربیت گاہ' عبادت گاہ' ایوانِ حکومت' عدالت اور پارلیمنٹ ہاؤس کہہ لیں۔ الغرض مسجدِ نبوی کی شکل میں ایک مرکز وجود میں آگیا۔

۲) حضور ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے مابین "مواخات" قائم کرکے انہیں بھائی بھائی بنادیا تاکہ اسلامی جماعت کے دو حصے مربوط ہو جائیں۔

۳) حضور ﷺ نے یہودیوں کی ساتھ یہ معاہدہ کرکے انہیں جکڑ لیا کہ اگر مدینے پر باہر سے حملہ ہوا تو اس کا سب مل کر جواب دیں گے۔

یہاں میں آپ کو ایک بات بتاتا چلوں کہ مستشرقین نے اپنی کوتاہ نظری کے باعث رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مکی اور مدنی دَور کے طرزِ عمل کو متضاد قرار دیا ہے۔

ٹائن بی(Toynbee) نے حضور ﷺ کے بارے میں ایک بڑا زہر بھرا جملہ کہا تھا :

"Muhammad faild as a prophet but succeeded as a statesman"

یعنی محمد (ﷺ) نبی کی حیثیت سے تو ناکام ہو گئے' لیکن بحیثیتِ سیاست دان کامیاب ہوئے"۔ مکے میں دعوت و تربیت' تزکیہ اور صبر محض کا جو نقشہ تھا اس کے نزدیک انبیاء کا کام یہی ہوتا ہے۔ یہی کام تین سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ محمد (ﷺ) جب مکے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے (معاذاللہ) مدینہ کی طرف راہِ فرار اختیار کی۔ مستشرقین ہجرت مدینہ کو "Flight to Madina" کہتے ہیں' حالانکہ یہ فرار نہیں تھا' بلکہ ایک متبادل مرکز(Alternate Base) کی طرف منتقلی تھی۔ پہلے آپ نے متبادل مرکز کی تلاش میں طائف کا سفر اختیار فرمایا تھا' لیکن مشیتِ ایزدی کچھ اور تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ متبادل مرکز(Alternate Base) مدینے کی شکل میں عطا کیا۔ انقلابی جدوجہد میں اقدام کے مرحلہ کے آغاز کے لئے مدینہ کی حیثیت ایک Base کی تھی۔

برطانوی پروفیسر منٹگمری واٹ جسے ضیاء الحق صاحب نے خاص طور پر پاکستان بلایا تھا' نے سیرت محمدی ﷺ پر دو کتابیں لکھی ہیں :

1- Muhammad at Makka   2- Muhammd at Madina

اس نے ان دونوں کتابوں میں اپنے تئیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے متضاد پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ مکے والا محمد (ﷺ) کچھ اور ہے' مدینے والا کچھ اور۔ مکے والا محمد (ﷺ) تو داعی' مبلغ' مزکی اور درویش ہے اور اس کی سیرت میں واقعتاً نبیوں والا نقشہ نظر آتا ہے جبکہ مدینے والا محمد تو ایک مدبر' منتظم' سٹیٹسمین' سیاست دان اور سپہ سالار ہے۔ اس کے نزدیک یہ دونوں شخصیتیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ "Muhammad at Madina" میں اس نے حضور ﷺ کے لئے مدح اور تعریف کے تمام ممکنہ الفاظ کو جمع کر لیا ہے۔ آپ کی دوراندیشی' معاملہ فہمی' آپ کی صحیح صحیح صورت حال کے بارے میں صحیح صحیح اقدام کی صلاحیت' آپ کی انسان شناسی اور ہر انسان کی ذہنی سطح کا اندازہ کرتے ہوئے اس سے اس کی سطح پر بات کرنا اور ہر انسان سے اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق کام لے لینا جیسی تمام خصوصیات کا تذکرہ

اس نے کھلے دل کے ساتھ کیا ہے۔ اس نے حضور ﷺ کی موقع شناسی' تدبر اور سیاست وغیرہ کے جتنے بھی اعلیٰ ترین اوصاف ہیں ان کا ذکر افعل التفضیل (Superlative) کے صیغے میں کیا ہے۔ اس سے ایک مسلمان دھو کا کھاتا ہے کہ یہ کتاب حضور ﷺ کی تعریف میں لکھی گئی ہے' حالانکہ درحقیقت وہ تضاد (contrast) بیان کر رہا ہے کہ بحیثیت سیاست دان (statesman) تو آپؐ کے یہ اوصاف ہیں جبکہ بحیثیت نبی آپؐ ناکام ہو گئے اور آپؐ کو مکے سے بھاگ کر مدینے میں پناہ لینی پڑی۔ یہ وہ زہر ہے جو اس نے گھولا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کی معاملہ فہمی' دوراندیشی اور statesmanship کا اس نے گھٹنے ٹیک کر اعتراف کیا ہے۔ حضور ﷺ کے انہی اوصافِ عالیہ کا شاہکار میثاق مدینہ تھا' جس میں آپ ﷺ نے مدینہ میں آباد یہودیوں کے تینوں قبیلوں کو پابند کر لیا۔ اگرچہ بعد میں وہ ایک ایک کر کے غداری کے مرتکب ہوتے رہے' لیکن ظاہر بات ہے کہ جب وہ غداری بھی کرتے تھے تو چھپ چھپ کر اور ڈرتے ڈرتے' کیونکہ وہ اس معاہدے میں جکڑے ہوتے تھے' کھلے عام انہیں ان سرگرمیوں کی جرأت نہیں تھی۔ لہٰذا درپردہ سازشیں کرتے رہے' وہ کبھی مکے والوں کو ابھارتے' کبھی کسی اور کو۔ بعد میں اس معاہدے کی خلاف ورزیوں کے سبب یہودیوں کے تینوں قبائل بنو قینقاع' بنو قریظہ اور بنو نضیر مدینے سے نکال دیئے گئے۔

رسول اللہؐ کی طرف سے چھاپہ مار مہموں کا آغاز

حضور ﷺ نے مدینے میں ابتدائی چھ مہینے مذکورہ بالا تین کاموں کے لئے صرف کئے اور ساتویں مہینے آپؐ نے چھوٹے چھوٹے چھاپہ مار دستے مکے کی طرف بھیجنے شروع کر دیئے۔ اب یہ باطل کو چیلنج دینے کا انداز ہے۔ غزوۂ بدر سے پہلے پہلے آپؐ نے ایسی آٹھ مہمیں روانہ کیں۔ بدقسمتی سے سیرت کی وہ کتابیں جو انگریزی دَور میں لکھی گئیں ان کے مؤلفین نے ان واقعات کو اہمیت نہیں دی اور انہیں چھپایا ہے۔ یہاں تک کہ علامہ شبلی نے بھی ان کو نقل نہیں کیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے ان اقدامات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد جنگ کا آغاز محمدٌ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوا' قریشِ مکّہ کی طرف سے نہیں۔ جبکہ یورپی استعمار کے دور میں ہمارے اوپر یہ تنقید ہوتی تھی کہ اسلام تو تلوار سے پھیلا ہے۔ ع

"بوئے خون آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے!"
اور یہ تو خونی اور جنونی لوگ ہیں' یہ دلیل سے بات نہیں کرتے' طاقت سے بات کرتے ہیں۔ مغرب کی طرف سے چونکہ مسلسل یہ پراپیگنڈا ہو رہا تھا لہٰذا ہمارا انداز معذرت خواہانہ سا ہو گیا تھا کہ "نہیں! حضور ﷺ نے تو جنگ نہیں کی' آپ نے تو دفاع کیا ہے' آغاز تو کفار کی طرف سے ہوا تھا۔" یہ بات صد فیصد غلط ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کو اللہ نے دین کو غالب کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ مکے سے مدینے وہاں کے نخلستانوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں آرام کرنے تو نہیں آئے تھے' وہ تو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس جدّوجُہد کے اگلے مرحلے یعنی اقدام کی تیاری کے لئے Base فراہم کیا تھا۔ آپ اگلے مرحلے کا آغاز زیادہ سے زیادہ چھ مہینے مؤخر کر سکتے تھے تاکہ وہاں اپنی پوزیشن کو مستحکم کریں' اس سے زیادہ آپ کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنی پوزیشن مستحکم ہوتے ہی اقدام کا آغاز فرمادیا' اور یہ سلسلہ آپ کی جانب سے شروع ہوا۔ آپ کی آٹھ مہمات غزوۂ بدر سے پہلے ہیں۔ ان میں چار غزوات ہیں جن میں حضور ﷺ خود بھی شریک ہوئے اور چار سرایا ہیں جن میں حضور ﷺ خود شریک نہیں ہوئے۔

ان مہمات کا مقصد ایک تو قریش کو چیلنج کرنا اور دوسرے مکہ کی معاشی ناکہ بندی (Economic Blockade) تھا کیونکہ اہل مکہ کی معاش کا دارومدار کلیتاً تجارت پر تھا۔ ان کے تجارتی قافلے شمالاً جنوباً سفر کرتے تھے۔ شمال میں شام کی طرف جانے والا قافلہ بدر سے ہو کر گزرتا تھا۔ بدر مدینے سے اسّی (۸۰) میل کے فاصلے پر ہے اور مکے سے دو سو میل کے فاصلے پر۔ لہٰذا یہ مسلمانوں کی زد میں تھا۔ ادھر جنوب کی سمت جو قافلہ یمن کی طرف جاتا تھا وہ وادی نخلہ سے ہو کر گزرتا تھا جو مکہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور مدینہ سے اس کا فاصلہ کم از کم تین سو میل کا ہے۔ لیکن آپ نے وادی نخلہ میں بھی ایک مہم روانہ فرمائی۔ ان مہموں کا مقصد قریش کو یہ بتا دینا تھا کہ اب تمہاری لائف لائن ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس کو جدید اصطلاح میں مکہ کی معاشی ناکہ بندی کہیں گے۔ ان مہمات سے آپ نے جو دوسرا مقصد حاصل فرمایا وہ قریش کو سیاسی طور پر الگ تھلگ کرنا (Political Isolation) تھا۔ حضور ﷺ ان چار مہموں کے دوران جن میں آپ بنفس نفیس شریک تھے' جہاں بھی گئے آپ نے علاقائی قبائل سے معاہدے کئے۔ چنانچہ وہ

قبائل جو پہلے قریش کے اتحادی تھے اب یا تو حضور ﷺ کے اتحادی ہو گئے' یا انہوں نے غیر جانبداری کا معاملہ کیا کہ ہم نہ قریش کے خلاف آپؐ کا ساتھ دیں گے اور نہ آپؐ کے خلاف قریش کی مدد کریں گے۔ لیکن ان دونوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ قریش کے سیاسی اثر و رسوخ کا دائرہ سکڑنے لگا اور محمد ﷺ کے سیاسی اثر و رسوخ کا دائرہ بتدریج پھیلنے لگا۔ قرآن مجید میں جو درمیانی دَور کی مکی سورتیں ہیں ان میں سے سورۃ الانبیاء میں یہ آیت آئی ہے :

﴿ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا ﴾ (آیت ۴۴)

"کیا ان کو نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو مختلف سمتوں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں؟"

یعنی ہم زمین کو چاروں اطراف سے گھیرتے ہوئے مکے کی طرف لا رہے ہیں۔ مکی دور ہی میں ان قبائل میں بھی اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ اب گویا کہ اسلام مکے کی طرف دوسرے قبائل سے پیش رفت کر رہا تھا۔ اب اس کی صورت یہ بنی کہ حضور ﷺ نے ان قبائل کے ساتھ معاہدے کر لئے تو حضور ﷺ کا سیاسی اثر و رسوخ بڑھتا چلا گیا اور قریش کا گھٹتا چلا گیا۔

غزوۂ بدر : مسلّح تصادم کا آغاز

رسول اللہ ﷺ کے ان اقدامات کے نتیجے میں تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق قریش کا ایک ہزار کا لشکر نکلا' جس کی دو فوری وجوہات ہو گئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ نخلہ میں آپؐ نے جو گروپ بھیجا تھا اس کی مڈبھیڑ قریش کے ایک تجارتی قافلے سے ہو گئی' اور جس میں مسلمانوں کے ہاتھوں ایک مشرک مارا گیا اور مسلمان ایک کو اسیر بنانے کے علاوہ مالِ تجارت بھی چھین کر لے آئے۔ اب مکے میں شور مچ گیا کہ محمد (ﷺ) کی یہ جرأت کہ اس کے آدمیوں نے ہمارا آدمی مار دیا۔ یہ ہجرت کے بعد پہلا قتل تھا اور یہ مسلمانوں کے ہاتھوں ایک مشرک کا تھا۔ ثانیاً حضور ﷺ نے قریش کے اس تجارتی قافلے کا پیچھا کر کے اسے روکنے کی کوشش کی تھی جو ابو سفیان کی سرکردگی میں شام جا رہا تھا' لیکن یہ قافلہ مسلمانوں کے ہاتھوں بچ نکلا تھا۔ قافلے کی واپسی کے وقت ابو سفیان کو زیادہ اندیشہ لاحق ہوا' کیونکہ یہ ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ تھا جس میں ایک ہزار اونٹوں پر کروڑوں کا مالِ تجارت لدا ہوا تھا۔ چنانچہ ابو سفیان نے قریش کو ہنگامی پیغام بھیجا کہ مجھے محمد (ﷺ) اور ان

کے ساتھیوں سے خطرہ ہے کہ وہ حملہ کر کے ہمیں لوٹ لیں گے' لہٰذا فوری مدد بھیجو۔ دوسری طرف ابو سفیان نے خود راستہ بدل لیا اور بدر سے ہو کر گزرنے کے بجائے نیچے ساحل کے ساتھ ساتھ ہو کر گزر گیا۔ ادھر مکہ میں ابو سفیان کا ہنگامی پیغام پہنچا اور ادھر سے لوگ روتے پیٹتے اور کپڑے پھاڑتے ہوئے آ گئے کہ محمد (ﷺ) کے آدمیوں نے ہمارا ایک آدمی مار دیا ہے تو اس کے نتیجے میں قریش کے مشتعل مزاج لوگوں (Hawks) کا پلڑا امن پسند لوگوں (Doves) پر بھاری ہو گیا۔ Hawks اور Doves ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ ہر صورت میں لڑنے مرنے پر تیار ہو جانے والے Hawks کہلاتے ہیں اور جنگ سے گریز کا مشورہ دینے والے Doves کہلاتے ہیں۔ قریش میں بھی دونوں طرح کے لوگ تھے۔ Hawks میں ابو جہل' عتبہ بن ابی معیط اور بڑے بڑے لوگ تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ چل کر مدینے پر فوج کشی کرو اور محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو ختم کر دو۔ دوسری طرف ان میں Doves بھی تھے' جن میں ایک بزرگ شخصیت عتبہ بن ربیعہ بھی تھا جو بدر کے میدان میں پہلا مقتول ہے' لیکن وہ بہت شریف النفس انسان تھا۔ دوسرے حکیم بن حزام تھے' جو شاید اندر ہی اندر ایمان بھی لا چکے تھے' لیکن ابھی ظاہر نہیں کیا تھا' وہ بھی بہت شریف انسان تھے۔ یہ دونوں حضرات کہتے تھے کہ اب بلا ہمارے سر سے ٹل گئی ہے' محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھ یہاں سے چلے گئے' اب تم محمد کو بقیہ عرب کے حوالے کر دو' اس لئے کہ محمد (ﷺ) تو چین سے بیٹھنے والے نہیں ہیں' انہوں نے اپنی دعوت پھیلانی ہے' تو جو ردعمل ہمارا ہے وہی سارے کے سارے عرب کے لوگوں کا ہو گا' کیونکہ سب مشرک اور بت پرست ہیں۔ اب محمد ﷺ کی ان سے کشمکش ہو گی اور جس میں اگر محمد ﷺ ان پر غالب آ گئے تو ہمارا کیا جائے' وہ بھی تو قریشی ہیں' بنو ہاشم سے ہیں' گویا کہ پورے عرب پر قریش کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اور اگر بقیہ عرب نے محمد ﷺ کو ختم کر دیا تو جو تم چاہتے ہو وہ ہو جائے گا اور تمہیں اپنی تلواریں اپنے بھائیوں کے خون سے رنگین نہیں کرنی پڑیں گی۔ آخر محمد ﷺ بھی تو بنی ہاشم سے ہیں۔

بہر حال جب یہ دو چیزیں سامنے آ گئیں تو Doves بے بس ہو گئے اور Hawks نے طبل جنگ بجا دیا۔ چنانچہ وہ جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور ایک ہزار کا لشکر کیل کانٹے سے لیس کر کے لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک بات اور نوٹ کیجئے کہ جب

کفار عین بدر کے میدان میں پہنچ گئے اور ادھر سے حضور ﷺ بھی تین سو تیرہ کی نفری لے کر آ گئے تو لشکر مکہ کو یہ پیغام پہنچ گیا کہ ہمارا قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے۔ چنانچہ حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ ابو جہل کے پاس آئے اور آکر کہنے لگے کہ ہمارا قافلہ بحفاظت بچ کر نکل گیا ہے' اب لڑائی کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کی حیثیت ایسی ہے کہ آپ اگر چاہیں تو یہ خون ریزی رک سکتی ہے۔ عتبہ بن ربیعہ نے ابو جہل کو قائل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ پیش کش بھی کی کہ وہ جو ہمارا ایک آدمی محمدؐ (ﷺ) کے آدمیوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اس کا خون بہا میں ادا کرتا ہوں' باقی یہ کہ ہمارا قافلہ تو بچ کر نکل ہی گیا ہے' لہٰذا ہمیں اس خون ریزی سے بچنا چاہئے۔

اس پر ابو جہل نے مقتول کے بھائی کو بلا کر کہا کہ تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ تمہارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے' یہ لوگ آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جنگ نہ ہو۔ اس نے عرب کے رواج کے مطابق کپڑے پھاڑے اور چیخنے لگا کہ مجھے تو قصاص اور بدلہ چاہئے' مجھے کوئی خون بہا نہیں چاہئے! مزید یہ کہ ابو جہل نے عتبہ کو طعنہ دیا کہ شاید تم پر بزدلی طاری ہو گئی ہے' کیونکہ تمہارا اپنا بیٹا حذیفہ سامنے ہے۔ ایک عرب کے لئے تو یہ بہت بڑا طعنہ تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا یہ تو کل معلوم ہو گا کہ کون بزدل ہے اور کون بہادر ہے۔ چنانچہ اگلے دن سب سے پہلے عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور مبارزت طلب کی۔ ادھر سے تین انصاری صحابی مقابلہ کے لئے نکلے۔ عتبہ نے پوچھا: کون ہو تم؟ انہوں نے کہا انصارِ مدینہ۔ عتبہ نے کہا: نہیں' ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں' ہمیں اپنے ہم پلہ لوگوں سے لڑنا ہے' ہم ان کاشتکاروں سے لڑنے نہیں آئے۔ اس پر پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے مقابلے میں نکلنا چاہا لیکن حضور ﷺ نے روک دیا۔ پھر حضرت علی' حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم نکل کر میدان میں آئے اور پہلا قتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عتبہ کا ہوا۔ اس طرح وہی شخص جو جنگ رو کنا چاہتا تھا' لیکن بزدلی کا طعنہ برداشت نہیں کر سکا' سب سے پہلے واصل جہنم ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیبہ کا کام تمام کیا۔ پھر دونوں لشکر باہم ٹکرائے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے اہل ایمان کو فتح عطا فرمائی اور قرآن حکیم میں اس دن کو "یوم الفرقان" قرار دیا۔

یہاں سے حضور ﷺ کی انقلابی جدّوجُہد آخری مرحلے میں داخل ہو گئی۔ یہ "مسلح تصادم" جس کا آغاز غزوۂ بدر سے ہوا' چھ سال جاری رہا۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے بارہ سال دعوت و تزکیہ' تنظیم اور صبر محض (کُفُّوْا اَیْدِیَکُم) کے مراحل میں گزرے۔ یہ مکے کے بارہ برس تھے۔ مدینہ میں آکر آپؐ نے پہلے چھ مہینے میں اپنی پوزیشن مستحکم کی' اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال کے دوران قریش کے خلاف مہمیں بھیجیں جن کے نتیجے میں یہ مسلح تصادم شروع ہوا۔ اس طرح گویا کہ سانپ کو بل میں سے نکالا گیا۔ میں یہ بات جان بوجھ کر کہہ رہا ہوں۔ اس لئے کہ مکہ تو حرم ہے' وہاں جا کر کشت و خون کوئی پسندیدہ شے نہیں ہے۔ لہٰذا قریش کو وہاں سے نکالنا ایسے ہی تھا جیسے کہ سانپ کو بل سے نکال کر باہر لے آیا جائے اور پھر اس کی گردن کچلی جائے۔ چنانچہ بدر میں ان کے چوٹی کے ستر سردار مارے گئے جس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد چھ سال تک مسلسل جنگ لڑی گئی' جس کے دوران غزوۂ بدر' غزوۂ احد' غزوۂ احزاب اور غزوۂ خیبر وغیرہ ہوئے۔ محمد رسول ﷺ نے غلبہ دین کی جدوجہد کے لئے پوری تیاری کی تھی۔ افراد کو تیار کیا تھا' ان کا تزکیہ کیا تھا' ان کے اندر ولولہ پیدا کر دیا تھا کہ ہرچہ بادا باد' جانیں دینے کو تیار رہیں' انہیں نظم کا خوگر بنا دیا تھا۔ پھر ان کی لِلّٰہیت اس درجے کو پہنچ چکی تھی کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

یہ ساری تیاری کر کے آپؐ میدان میں آئے تھے۔ پھر مسلح تصادم کا دَور شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

انقلابِ اسلامی کی توسیع و تصدیر کا مرحلہ

۸ھ یا ۹ھ میں اندرونِ ملکِ عرب انقلابِ اسلامی کی تکمیل ہو گئی۔ البتہ اس کے بعد کا مرحلہ سمجھ لیجئے۔ کسی بھی سچے انقلاب کے لئے آخری مرحلہ انقلاب کی توسیع اور تصدیر ہوتا ہے اور یہ اس کا لٹمس ٹیسٹ (litmus test) ہے۔ حقیقی انقلاب صرف وہ ہوتا ہے جو کسی جغرافیائی' قومی اور ملکی حدود کے اندر محدود نہ رہے' بلکہ پھیلتا جائے۔ اس لئے کہ انقلاب نظریئے کی بنیاد پر برپا ہوتا ہے اور نظریہ کو پاسپورٹ درکار ہوتا ہے نہ ویزا۔ جیسے ہوا اور بادل بغیر کسی رکاوٹ کے اِدھر سے اُدھر جا رہے ہیں اسی طرح نظریہ

بھی جائے گا۔ نظریہ پھیلے گا تو انقلاب کی توسیع ہوگی۔ جو انقلاب اپنے آپ کو انقلاب تو کہے لیکن کسی حدود کے اندر محدود رہ جائے وہ حقیقی انقلاب نہیں' بلکہ اسے صرف ظاہری طور پر انقلاب کہیں گے۔ اس کی سب سے بڑی مثال ایران کا انقلاب ہے۔ وہ حقیقی انقلاب نہیں' اگرچہ ظاہری انقلاب ہے کہ بادشاہت ختم ہوئی اور علماء کی حکومت قائم ہوگئی۔ لیکن یہ حقیقی انقلاب نہیں' کیونکہ اس کی توسیع نہیں ہو سکی۔ اس کو پاکستان برآمد کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور یہاں کے اہل تشیع نے ۸۹ء کے انقلابِ ایران کے بعد جارحانہ انداز اختیار کیا تھا' لیکن ان کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ یا پھر یہ انقلاب سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ عراق میں ایکسپورٹ ہو سکتا تھا' کیونکہ وہ ملحق بھی ہے اور وہاں کی پچپن فیصد آبادی شیعوں پر مشتمل ہے' لیکن وہاں بھی خمینی صاحب سے Strategic غلطی ہوئی اور دونوں ملکوں میں تصادم ہو گیا اور صدام حسین نے بڑی ہوشیاری کا ثبوت دیتے ہوئے اسے عرب اور عجم کی لڑائی کا رنگ دے دیا اور اس طرح گویا عرب نیشنلزم اور ایرانی نیشنلزم مدِمقابل آ گئے۔ بہرحال کسی بھی انقلاب کا صحیح لٹمس ٹیسٹ یہ ہے کہ وہ علاقائی حدود سے باہر نکلتا ہے یا نہیں۔ انقلابِ فرانس صرف فرانس تک ہی محدود نہیں رہا' بلکہ پوری دنیا میں پھیلا اور پوری دنیا میں جمہوریت کا دَور آیا۔ انقلابِ روس لاطینی امریکہ اور کیوبا تک پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمدِ عربی ﷺ کے انقلاب کا بین الاقوامی اور عالمی مرحلہ بھی فوراً شروع ہو گیا جس کا آغاز حضور ﷺ نے خود فرمایا۔ چنانچہ نہ صرف جزیرہ نمائے عرب تک انقلاب کی تکمیل آپؐ نے بنفسِ نفیس خود فرمائی' بلکہ اگلے مرحلے میں انقلابِ محمدی کی توسیع و تصدیر کے بین الاقوامی اور عالمی مرحلے کا آغاز بھی آپؐ نے فرمادیا۔

اس ضمن میں تین باتیں نوٹ کیجئے کہ جب تک صلح حدیبیہ نہیں ہوگئی' جسے قرآن نے ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ﴾ قرار دیا' حضور ﷺ نے بیرونِ عرب نہ کوئی داعی اور مبلغ بھیجا اور نہ ہی کوئی نامہ مبارک روانہ فرمایا' بلکہ پوری توجہ عرب کے اندر ہی مرکوز رکھی تاکہ یہاں انقلاب آ جائے۔ دس برس تک آپؐ نے مکے سے باہر قدم نہیں نکالا' سوائے اس کے کہ عکاظ کا جو میلہ لگتا تھا جس میں آس پاس کے قبائل چلے آتے تھے' کبھی کبھار آپؐ وہاں تشریف لے جاتے۔ آپؐ نے پورے دس برس صرف مکے میں اپنی

دعوت پیش کی۔ اس کے بعد مزید آٹھ برس تک صرف جزیرہ نمائے عرب تک محدود رہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے صرف نامہ ہائے مبارک بھیجنے شروع کئے۔ آپ نے ہرقل شاہِ روم، خسرو پرویز شہنشاہِ ایران، مقوقس شاہِ مصر اور نجاشی شاہِ حبشہ کو نامہ ہائے مبارک بھیجے۔ وہ نجاشی اب فوت ہو چکے تھے جو حضور ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، کیونکہ ان کی ملاقات حضور ﷺ سے نہیں ہو سکی۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے ان کی صحبت نجاشیؒ کو حاصل ہوئی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے نامہ ہائے مبارک لے کر جانے والے ایلچیوں میں سے ایک ایلچی کو سلطنت روما کے باج گزاروں نے قتل کر دیا، لہٰذا روما سے ٹکراؤ شروع ہو گیا۔ چنانچہ پہلے غزوۂ موتہ اور پھر غزوۂ تبوک ہوا۔ آپؐ تیس ہزار کی نفری لے کر تبوک میں بیس دن تک مقیم رہے۔ شہنشاہِ روم ہرقل چونکہ یہ پہچانتا تھا کہ آپؐ اللہ کے نبی ہیں اس لئے وہ مقابلے میں نہیں آیا، حالانکہ وہ لاکھوں کی فوج کے ساتھ شام میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ بہرحال آپ ﷺ نے عرب کے باہر انقلاب کی توسیع کا آغاز اپنی حیات طیبہ میں فرما دیا تھا۔

پھر خلفاء راشدین کے دور میں اسلامی افواج نے تین اطراف میں پیش قدمی کی ہے۔ ایک لشکر سیدھا شمال کی سمت بڑھتا ہوا ایشیائے کوچک کی طرف گیا۔ دوسرا لشکر مشرق کی سمت بڑھا اور عراق سے ہوتے ہوئے ایران، ترکستان جو کہ اس زمانے میں بہت بڑا ملک تھا، اور خراسان کی طرف پیش قدمی کرتا گیا۔ جبکہ تیسرا لشکر ذرا سا مغرب کی طرف مڑتے ہوئے شام اور فلسطین سے ہوتا ہوا صحرائے سینا سے گزر کر مصر اور پھر لیبیا وغیرہ کو اسلام کا سایۂ رحمت عطا کرتا ہوا بحرِ اوقیانوس تک پہنچا ـــــ اس طرح پہلے تین خلفاء راشدین کے دَور میں صرف ربع صدی کے دوران دریائے جیحوں سے بحرِ اوقیانوس تک (From Oxus to Atlantic) اور ادھر شمال میں کوہ قاف تک، اس پورے علاقے میں انقلاب محمدیؐ برپا ہو گیا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام نافذ ہو گیا۔ یہ ہے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے سفر کی داستان جس کے چند خد و خال میں نے آپ کے سامنے رکھے ہیں۔

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل — کب اور کیسے؟

اب آخری نکتہ جو مجھے عرض کرنا ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کی اس عظمت کا آخری اور کامل ظہور ابھی باقی ہے۔ قرآن مجید میں تین جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ (التوبہ ۳۳' الفتح ۲۸' الصف ۹)

"وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدیٰ (یعنی قرآن حکیم) اور دین حق دے کر تاکہ غالب کرے اس (دین حق) کو پورے کے پورے نظامِ زندگی پر۔"

اس موضوع پر میری کتاب "نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت" میں اس آیت مبارکہ پر ۲۴ صفحات پر مشتمل مقالہ شامل ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی رُو سے بعثت محمدیؐ کا مقصد غلبہ دین ہے' جبکہ بعثت محمدیؐ تمام نوع انسانی کے لئے ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں مختلف الفاظ میں پانچ مرتبہ آیا ہے' لیکن اس ضمن میں اہم ترین آیت یہ ہے کہ :

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا.... ﴾ (سبا : ۲۸)

"ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو (اے محمد ﷺ) مگر پوری نوعِ انسانی کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔"

اس صغریٰ کبریٰ کو جوڑیئے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعثتِ محمدیؐ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مقصد بتمام وکمال صرف اُس وقت پورا ہو گا جب کہ کل روئے ارضی پر اور پورے عالم انسانیت پر اللہ کا دین غالب ہو گا۔ ورنہ ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!

احادیثِ نبویؐ میں قیامت سے قبل عالمی غلبہ اسلام کی صریح پیشین گوئی موجود ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گا۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ دور لازماً آئے گا اور اُس وقت اصل میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بتمام وکمال پورا ہو گا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی افواج نے جس طرح تین اطراف میں پیش قدمی کی تھی اس وقت اسلام کا عالمی غلبہ زیادہ دُور نظر نہیں آ رہا تھا۔ شمال کی طرف جانے والی افواج نے

ایشیائے کوچک میں جاکر دم لیا تھا اور مشرق اور مغرب میں اس تیزی سے فتوحات ہو رہی تھیں کہ ع "رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا!" کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جو اس سیل رواں کو روک سکے' لیکن اس وقت اسلامی انقلاب کو اندرونی طور پر سبوتاژ کیا گیا۔ عبداللہ بن سبا نامی ایک یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور اندرونی طور پر انتشار و خلفشار پیدا کر کے مسلمان کو مسلمان سے لڑا دیا۔ اسی خلفشار کے نتیجے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا اور اس کے بعد چار برس تک مسلمانوں میں خانہ جنگی ہوتی رہی جس میں ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں اور نیزوں سے قتل ہو گئے۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ نہ صرف رک گیا بلکہ رجعت قہقری کا شکار ہو گیا۔ لیکن اسلام کے عالمی غلبے کا یہ کام ہونا ہے جس کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ اور قرآن بتا رہے ہیں کہ وہ وقت اب دُور نہیں ہے۔ ہمارے شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال جو بڑے دُور اندیش (Visionary) تھے' جن کا اپنا دعویٰ ہے کہ ع "گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دل وجود" انہوں نے دل وجود کو چیر کر دیکھ لینے والی نگاہ سے مستقبل کے پردوں کو چیر کر دیکھا ہے کہ کیا کچھ ہونے والا ہے۔ کیا کیف ہو گا جبکہ جامع مسجد قرطبہ کے باہر بہنے والے دریا کے کنارے علامہ نے اپنا یہ وجدان پیش کیا ؎

آبِ روانِ کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
پردہ اُٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب!

علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی!

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!!

پس یہ دَور تو آکر رہے گا' لیکن یاد رکھئے کہ یہ اب بھی اسی طرح آئے گا جیسے ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ کی محنت اور قربانیوں سے آیا تھا۔ وہ لوگ سراسر محروم رہ گئے جو اس دَور میں موجود تھے اور پھر بھی انہوں نے اس جدوجہد میں حصہ نہ لیا۔ وہ کفر کے دامن سے وابستہ رہے یا انہوں نے نفاق کا لبادہ اوڑھ لیا۔ وہ لوگ انتہائی بدبخت اور محروم تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کا دَورِ سعادت پایا لیکن آپؐ کے دست و بازو نہ بنے۔ ان کے لئے روحانی ترفع' مقاماتِ بلند اور جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے کس قدر مواقع تھے' لیکن وہ لوگ محروم رہ گئے۔ اور جنہوں نے :﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ والی روش اختیار کی وہ کامیاب ہو گئے۔ (ترجمہ آیت : "اللہ کے رسول محمد ﷺ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر بہت سخت اور آپس میں رحیم ہیں"۔

اور جنہوں نے کامیاب تجارت کا راستہ اختیار کیا وہ سرخرو ہو گئے' جس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا :

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾ (الصف : ۱۰)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میں تمہاری راہنمائی کروں ایسی تجارت کی طرف جو تمہیں دردناک عذاب سے بچادے ؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔"

یہ سورۂ مبارکہ ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے :

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو!"

اس کے بعد الفاظ آتے ہیں :

﴿ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ ﴾

"کون ہیں میرے مددگار اللہ کے راستے میں؟"

تو جان لیجئے کہ اسلام کا عالمی انقلاب پکار رہا ہے اور "مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ" کی آواز ہم اپنے روحانی کانوں سے سن سکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے حق و باطل کی آویزش کے بارے میں کہا تھا ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بو لہبی!

حق و باطل کی جنگ ختم نہیں ہوئی' بلکہ ایک نئی شان اور ایک نئی ہیبت کے ساتھ آنے والی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا!
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا!

قرآن کے الفاظ میں "بَاْسٌ شَدِیْدٌ" اور حدیثِ نبویؐ کے الفاظ میں "اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰی" عنقریب آنے والی ہے۔ یہ زیادہ دُور نہیں ہے۔ اس معرکۂ حق و باطل کے لئے "کُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰہِ" کی پکار سنائی دے رہی ہے۔ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے پکارا تھا :

((اِلَیَّ یَاعبادَ اللّٰہ! اِلَیَّ یا اصحابَ البدر! اِلَیَّ یا اصحابَ الشجرة!))

"میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو! کہاں جانے والے ہو؟ اے بدر میں ساتھ دینے والو اور حدیبیہ میں بیعت علی الموت کرنے والو! میری طرف آؤ!!"

آج بھی یہ پکار بالفعل موجود ہے۔ کون ہے کہ جو اس پکار پر لبیک کہے؟ جو اپنا تن من دھن اس کے لئے وقف کرنے کو تیار ہو؟ یہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا عملی تعلق۔ یہ حُبِّ رسولؐ کا تقاضا ہے۔ عیدِ میلاد کی محفلیں اور جلوس نکالنا حُبِّ رسول کا تقاضا نہیں ہے۔ حُبِّ رسول کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لئے تن من

دھن ایک کر دیا جائے۔ حُبِّ رسول ؐ کے تقاضے کو ابو بکر صدیق ؓ نے سمجھا تھا جنہوں نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ ایک وقت میں گھر میں جھاڑو پھیر کر سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا' اور جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تھا کہ گھر میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے تو وہ تھے۔ محفلیں منعقد کر لینا' کھڑے ہو کر سلام پڑھ لینا یا جلوس نکال لینا حُبِّ رسول نہیں ہے! حُبِّ رسول تو یہ ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی جِدّوجُہد میں جان' مال اور وقت کھپا دیا جائے۔ اس ضمن میں آپ میرے دو کتابچے "حُبِّ رسول ؐ اور اس کے تقاضے" اور "نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" کا مطالعہ کیجئے' ان میں پورا ایک پیغامِ عمل اور دعوتِ عمل ہے۔ اسلام کا عالمی غلبہ اور نظامِ خلافت کا قیام ایک شدنی امر اور ایک اٹل حقیقت ہے' اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہاں فرق صرف اس میں واقع ہو گا کہ کون درجاتِ عالیہ کے حصول کے سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کون اپنے آپ کو محرومین کی فہرست میں رکھتا ہے! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق دے کہ ہم اس کشاکش خیر و شر اور روح و بدن کے درمیان جو معرکہ درپیش ہے' اس کا پھر ایک climax جو آنے والا ہے' اس میں حق کے سپاہی اور اللہ کے دین کے خادم بن کر قرآن حکیم کے ان الفاظ کی عملی تصویر بن جائیں :

﴿ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾

"بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے"

اس کے لئے عزمِ مصمم اور فیصلہ کریں کہ ہمیں اسی جِدّوجُہد میں اپنے آپ کو ہمہ تن جھونک دینا ہے۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم
ولسائر المسلمین والمسلمات OO

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

آسودہ زندگی کا راز

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دنیا میں ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ اُسے آسودہ' خوش حال' ہلکی پھلکی اور care free زندگی میسر ہو۔ یہ خواہش کوئی بُری خواہش نہیں' لیکن اس خواہش کے پورا کرنے کے لئے جو ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں وہ اکثر و بیشتر حصولِ مقصود میں کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتے۔ اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ مالی اعتبار سے خوش حال لوگ' جن کو مادی دنیا کی تمام نعمتیں میسر ہوں' اندر سے انتہائی کرب ناک زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر دنیا کی تمام نعمتیں انہیں سکون و اطمینان اور حقیقی آسودگی نہیں دے سکتیں۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے انسان کو پیش آنے والی ہر صورتِ حال کا حل پیش کرتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا مسئلے کے حل کے لئے اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو خاطر خواہ راہنمائی ملتی ہے۔ رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے :

((اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلُ مِنْکُمْ وَلاَ تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَکُمْ فَھُوَ اَجْدَرُ اَنْ لاَ تَدْرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ)) (صحیح مسلم)

"تم ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے دنیوی ساز و سامان کے اعتبار سے کم ہیں اور اُن لوگوں کی طرف مت دیکھو جو مال و دولت اور ساز و سامان میں تم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں تمہارے دل میں اللہ کی نعمت کی بے وقعتی اور ناقدری پیدا نہیں ہوگی۔"

اس حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دنیا میں پُر سکون اور ہلکی پھلکی زندگی گزارنے کا ایک اکسیر نسخہ ہے جو اس میں بتا دیا گیا ہے۔

دنیا میں ہر شخص کو کسی نہ کسی حد تک دنیاوی نعمتیں اور سہولتیں میسر ہوتی ہیں۔ اگر کسی شخص کی نگاہیں ان لوگوں کی حالت کو دیکھیں جن کے پاس اُس سے کم تر درجے کی سہولتیں ہیں' جیسا کہ حسن و جمال میں کمی' صحت و تندرستی میں کمی' مال و دولت اور

عزّت و مرتبے میں کمی' تو ایسے شخص کے اندر جذبۂ شکر پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت سے لوگوں سے اچھی بودوباش دے رکھی ہے۔ اس ضمن میں شیخ سعدیؒ کا واقعہ نہایت سبق آموز ہے کہ وہ ایک لمبے سفر میں تھے کہ جوتا گھس کر ٹوٹ گیا اور ننگے پاؤں سفر جاری رکھنا پڑا جس سے پاؤں میں چھالے پڑ گئے' چلنا مشکل ہو گیا۔ سوچنے لگے کہ میں کس قدر کم درجے کا انسان ہوں کہ مجھے جوتا بھی میسر نہیں۔ تھوڑا آگے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے دونوں پاؤں نہیں اور وہ رینگتا ہوا زمین پر چل رہا ہے۔ شیخ سعدیؒ اُسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اللہ کے حضور شکر ادا کیا کہ جوتا نہیں تو اللہ نے پاؤں تو دے رکھے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ کے مختصر سے الفاظ حکمت کا بھرپور خزانہ ہیں۔

آج کتنے لوگ ہیں جن کو صاف ستھری رہائشیں میسر ہیں' اچھی اچھی سواریاں دروازے پر کھڑی ہیں' سامانِ آسائش و آرائش وافر مقدار میں موجود ہے' کھانے پینے کی بھی کمی نہیں' مگر وہ مسلسل کرب کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اُن کی خواہشات ہیں کہ بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ ذہن تفکرات سے مملو ہے۔ رات کی نیند اور دن کا چین نصیب نہیں۔ اگر ایسے لوگوں کو قریب سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ دنیا کی سہولتوں اور آسائشوں کے حصول میں اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں خرچ کر رہے ہیں' مگر پھر بھی پریشان ہیں' کیونکہ اُن کی نگاہ اُن لوگوں کی طرف جمی ہوئی ہے جو دنیاوی رتبے کے اعتبار سے اُن سے کہیں بلند ہیں۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ ایسے لوگ دنیاوی عیش و آرام میں انتہائی بلندی پر پہنچ جائیں تو شاید اُنہیں سکون مل جائے' مگر یہ ممکن نہیں' کیونکہ یہاں تو ہر بڑے سے بڑا موجود ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے سے اوپر کے لوگوں کی طرف نظر رکھتا ہے ہمیشہ پریشان ہی رہتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث کے دوسرے حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا ہے کہ اپنے سے اوپر والے کی طرف نگاہ نہ کرو ورنہ تمہارے دل میں اللہ کی نعمت کی ناقدری اور بے وقعتی پیدا ہو جائے گی۔

اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ ضروری سازو سامان انسانی زندگی کے لئے ناگزیر ہے' یعنی رہائش کے لئے چھت' تن ڈھانپنے کے لئے کپڑے' پیٹ بھرنے کے لئے خوراک۔ چنانچہ ان سہولتوں اور ضرورتوں کے حصول کے لئے تگ و دو کرنے سے اسلام میں ہرگز نہیں روکا گیا' بلکہ محنت کر کے روزی کمانے والے کی تحسین کی گئی ہے۔

خود حضور ﷺ نے ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا تو اُس کے لئے رسی اور کلہاڑی کا انتظام کر کے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے کی ترغیب دی تاکہ وہ باعزت طریقے سے اپنی ضروریاتِ حیات پوری کر سکے۔ مگر ان چیزوں کے حصول کو مقصد زندگی قرار دینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے' تاکہ انسان دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو کر پہنچ سے دُور کی چیزوں کی محرومی کے غم و فکر میں مبتلا نہ رہے۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے تو یہ دنیا ایسی چیز ہے کہ اس روئے زمین پر کبھی کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا جو یہ کہہ دے کہ میری ساری خواہشات پوری ہو گئی ہیں۔ اس لئے کہ خواہشات کی کوئی انتہا نہیں۔ متنبّی کا ایک شعر ہے۔ ؎

وَمَا قَضٰی اَحَدٌ مِنْھَا لِبَانَتَہٗ
وَمَا انْتَھٰی اَرَبٌ اِلَّا اِلٰی اَرَبٍ

یعنی آج تک ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جس نے اس دنیا کی ساری لذتوں' راحتوں اور خواہشوں کو پورے طور پر حاصل کر لیا ہو' بلکہ اس دنیا کا حال یہ ہے کہ ابھی ایک خواہش پوری نہیں ہوئی ہوتی کہ دوسری خواہش ابھر آتی ہے۔ اس طرح جو شخص جتنا دنیوی سہولتوں کے حصول کے پیچھے بھاگتا ہے وہ بھاگتا ہی چلا جاتا ہے اور سکون و اطمینان نام کی چیز اُس سے اتنی ہی دُور سے دُور ہوتی چلی جاتی ہے۔

چینی لٹریچر میں ایک کہانی ملتی ہے۔ کہتے ہیں ایک شخص تھا جسے زیادہ سے زیادہ زمین کا مالک ہونے کا شوق تھا۔ کسی نے اُسے بتایا کہ فلاں جگہ ایک آدمی ہے جس سے انتہائی کم قیمت پر وافر زمین مل سکتی ہے۔ چنانچہ یہ شخص لمبا سفر کر کے اُس کے پاس پہنچا اور اپنا شوق بیان کیا۔ اُس آدمی نے اس شخص کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے کہا کہ یہاں سے پیدل چل پڑیں اور چلتے جائیں' شام تک اسی جگہ واپس آجائیں۔ اس طرح جہاں تک آپ پہنچ جائیں گے وہ زمین تمہاری ہو گی۔ بس یہ یاد رکھیں کہ یہاں غروبِ آفتاب سے قبل واپس ضرور پہنچنا ہے' ورنہ کوئی زمین بھی آپ کو نہ ملے گی۔ وہ شخص بڑا خوش ہوا اور تیز گام چل پڑا۔ زیادہ سے زیادہ زمین کے حصول کے لالچ میں وہ دوڑتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور اس طرح زیادہ دُور نکل گیا۔ واپس پہنچنے کا خیال آیا تو واپس بھاگا تاکہ غروبِ آفتاب سے قبل زمین کے مالک کے پاس پہنچ جائے اور اتنی ساری زمین کا مالک بن جائے۔ جب

منزل بالکل قریب آ گئی تو وہ تھک کر چُور ہو گیا تھا۔ ہمت کر کے آگے بڑھتا گیا اور غروبِ آفتاب سے چند لمحے قبل شرط پوری کرتے ہوئے واپس پہنچ گیا اور خوش ہوا کہ جیت گیا' مگر اتنا تھک چکا تھا کہ گر کر وہیں ڈھیر ہو گیا اور پھر اٹھ نہ سکا۔ پس اُس کی زمین اُس کے کسی کام نہ آئی' بلکہ زیادہ سے زیادہ زمین کے حصول کی خواہش میں اُس کو زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے۔

اسلامی لٹریچر میں ہوس کی اس کیفیت کو طُولِ اَمل کہا جاتا ہے' یعنی لمبی خواہش' خواہش در خواہش۔ پس جو شخص اس چکر میں پڑ گیا یوں سمجھئے کہ بربادی اُس کا مقدر بن گئی۔ ایک اور حدیث میں اس مضمون کو ایک دوسرے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ)) (صحیح مسلم)

"جب تم میں سے کسی کی نظر اُس شخص پر پڑے جو مال اور حسن و جمال میں اُس سے اونچے درجے پر ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ ایسے شخص کی طرف نگاہ کرے جو حسن و جمال اور مال و دولت میں اُس سے کمتر ہو۔"

غور کیجئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے ماحول میں اپنے سے برتر لوگوں پر نگاہ نہ پڑے۔ یہ تو ممکن نہیں' کیونکہ کوئی انسان اپنے ماحول سے بے تعلق ہو کر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس کا علاج بھی روحانی امراض کے معالجِ اعظم نے بایں الفاظ بتا دیا کہ جب تمہاری نگاہ اونچے لوگوں پر پڑے (تو اس کی تاثیر دُور کرنے کے لئے) اپنے سے نیچے والے لوگوں کی طرف دیکھو تاکہ جذبۂ شکر پیدا ہو ورنہ اونچے لوگوں کے خلاف حسد پیدا ہو گا' پھر حسد کے نتیجے میں بغض ظاہر ہو گا اور بغض کے بعد نفرت اور دشمنی پیدا ہو گی جس سے معاشرے میں فساد برپا ہو گا۔ مگر فرمانِ رسول ﷺ پر عمل کرنے سے نہ صرف یہ کہ انسان حسد' بغض' عناد اور بدخواہی جیسی امراضِ قبیحہ سے بچ جاتا ہے' بلکہ اُس کے دل میں تشکر و امتنان کے سوتے پھوٹتے ہیں جو اسے خیر کثیر کا مستحق بناتے ہیں۔ بالفاظ قرآن ﴿ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ.... ﴾۔ اگر حقیقت بین نگاہ سے دیکھا جائے تو آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں حیاتِ دنیوی بالکل بے حقیقت ہے۔ قرآن شریف میں ہے ﴿ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ

الْغُرُوْرِ﴾ یعنی دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔ یعنی ضروری نہیں کہ جس کو یہاں کی آسانیاں ملیں وہ حقیقی کامیابی بھی حاصل کر لے' یا جس کو متاعِ دنیا سے قلیل مقدار میسر آئی ہو وہ حقیقت میں ناکام ہو' بلکہ اس کا الٹ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اکثر و بیشتر دنیاوی آسائشیں ابدی ناکامی کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس حیاتِ مستعار کی بے وقعتی آنحضور ﷺ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے : ((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شُرْبَةً)) (احمد' ترمذی' ابن ماجہ) "اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو وہ ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا"۔ رسول پاک ﷺ اور آپ کے باصفا وفادار ساتھیوں نے عسرت اور افلاس کی زندگی گزاری مگر وہ انتہائی درجہ کے کامیاب انسان تھے۔ مگر قارون دنیا کا مال دار ترین شخص ہونے کے باوجود دشمن خدا و رسول اور انتہائی درجے کا بدبخت انسان تھا۔ معلوم ہوا کہ دنیا کا مال و متاع واقعی نرا دھوکہ ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس دنیا کی حقیقت سوائے وہم و خیال کے کچھ نہیں ؎

كُلُّ مَا فِي الْكَوْنِ وَهْمٌ اَوْ خَيَالٌ
اَوْ عُكُوْسٌ فِي الْمَرَايَا اَوْ ظِلَالٌ

"جو کچھ اس کائنات میں ہے سب وہم و خیال ہے' یعنی بے حقیقت ہے۔ یا تو یہ شیشے کے اندر عکس ہیں یا پھر چیزوں کے سائے ہیں۔"

مختصر یہ کہ دنیا کی آسائشوں اور سہولتوں کے حصول کی جدوجہد اور متاعِ دنیا سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھانا ہرگز مذموم نہیں۔ خود قرآن میں ہے کہ ﴿لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ یعنی "دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ بھولئے"۔ البتہ جو چیز ہلاکت خیز اور تباہ کن ہے وہ یہ ہے کہ دنیا طلبی کے پیچھے انسان اس طرح پڑ جائے کہ حلال و حرام کی حدود و قیود کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے سے بہتر حیثیت کے لوگوں کی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش میں لگا رہے اور اس طرح اپنی تمام توانائیاں اور صلاحیتیں دنیا طلبی میں صرف کر کے درہم و دینار کا بندہ بن جائے۔ اور اس خسارے کی تجارت میں اس قدر منہمک ہو جائے کہ گویا یہی اس کا مقصودِ اصلی ہے۔ پھر اسی جدوجہد میں آئندہ کی نہ ختم ہونے والی زندگی کی تیاری سے بھی غافل رہے اور خسرانِ مبین کا مستحق ہو جائے۔ زندگی کا خوبصورت اور

(باقی صفحہ ۵۷ پر)

نماز میں خشوع

حقیقت واہمیّت اور اسباب(۵)

تالیف : الاستاذ محمدؐ بن صالح المنجد
ترجمہ و تفہیم : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

○

خشوع کو متأثر کرنے والے کاموں سے بچنا

⑲ نمازی کو مشغول کرنے والی چیز کے پیچھے نماز پڑھنا :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقش و نگار والا کپڑا گھر کے کونے میں لٹکا رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا :

((اَمِیْطِیْ عَنَّا قِرَامَكَ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ لِیْ فِیْ صَلَاتِیْ)) (۳۷)

"اس کپڑے کو یہاں سے ہٹا دو کیونکہ اس کے نقش و نگار مجھے نماز میں مسلسل پریشان کرتے رہے ہیں۔"

جناب القاسم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے الماری کے اوپر تصویر دار کپڑا لٹکا رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا :

((اَخِّرِيْهِ عَنِّیْ فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ لِیْ فِیْ صَلَاتِیْ))

"اسے یہاں سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں مجھے مسلسل پریشان کرتی رہی ہیں"۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے ہٹا دیا اور اس کے تکیے بنا دیئے"۔ (۳۸)

رسول اللہ ﷺ جب خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تاکہ اس کے اندر جاکر نماز ادا کر سکیں تو آپؐ نے اس میں مینڈھے کے دو سینگ دیکھے۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے حضرت عثمان الحجبی رضی اللہ عنہ سے کہا :

((اِنِّیْ نَسِیْتُ اَنْ آمُرَكَ اَنْ تُخَمِّرَ الْقَرْنَیْنِ فَاِنَّهٗ لَیْسَ یَنْبَغِیْ اَنْ تَكُوْنَ فِی الْبَیْتِ شَیْءٌ یُشْغِلُ الْمُصَلِّی)) (۳۹)

"میں تمہیں یہ بات کہنا بھول گیا کہ تم ان دونوں سینگوں کو ڈھانپ دو۔ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ بیت اللہ کے اندر کوئی ایسی چیز موجود ہو جو نمازی کو مشغول کر دے۔"

اس اصول کو سامنے رکھا جائے تو ایسی جگہ نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے جہاں لوگ کثرت سے گزرتے ہوں' شور شرابا ہوتا ہو' چیخ وپکار کی آوازیں ہوں' جہاں بیٹھ کر لوگ باتیں کر رہے ہوں' جہاں لوگ تاش' شطرنج وغیرہ کھیل رہے ہوں' یا ٹی وی چل رہا ہو' اور ہر وہ جگہ جہاں نظر مشغول ہو جاتی ہو۔

اسی طرح اگر ممکن ہو تو سخت گرم اور سخت سرد جگہ پر نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے' اس لئے آپ ﷺ نے گرمیوں میں نماز ظہر کو دیر سے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"سخت گرمی میں نماز ادا کرنے سے خشوع اور دل لگانے کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور آدمی عبادت سخت پریشانی اور مشکل میں ادا کرتا ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے ظہر کی نماز دیر سے پڑھنے کا حکم دیا ہے تاکہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے اور بندہ حاضر دل کے ساتھ نماز ادا کر سکے اور اُسے نماز کا فائدہ حاصل ہو جائے' یعنی خشوع بھی ہو اور اس کا دل بھی اللہ کی طرف متوجہ ہو"۔ (۴۰)

(۲۰) نقش و نگار والے کپڑے میں نماز پڑھنا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کالی اور سفید دھاری والی قمیص میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؐ کی توجہ اس کی دھاریوں کی طرف مبذول ہو گئی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: "یہ دھاری دار قمیص ابو جہم بن حذیفہ کو دے دو اور سادہ قمیص مجھے لا دو' اس قمیص نے تو مجھے نماز سے غافل کر رکھا تھا"۔ (۴۱)

چنانچہ تصویر والے کپڑے میں نماز ادا کرنا ممنوع ہے' اور بالخصوص جاندار اشیاء کی تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا' بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے' اگرچہ موجودہ زمانے میں یہ چیزیں وبا کی طرح پھیل گئی ہیں۔

(۲۱) کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

((لاَ صَلاَةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ)) (۴۲)

"کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہوتی۔"

انسان کے سامنے جب کھانا رکھ دیا جائے تو اسے پہلے کھانا کھالینا چاہیئے' کیونکہ اگر وہ کھانا چھوڑ کر نماز شروع کر دے گا تو اس کا دل کھانے کے اندر اٹکا رہے گا اور اسے خشوع حاصل نہیں ہو گا۔ چنانچہ اسے اطمینان سے ضرورت پوری کر لینی چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :

((اِذَا قُرِّبَ الْعَشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَابْدَؤُوْا بِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلاَةَ الْمَغْرِبِ وَلاَ تَعْجِلُوْا عَنْ عَشَاءِ كُمْ)) (۴۳)

"جب شام کا کھانا لگا دیا جائے اور نماز بھی کھڑی ہو جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے تم کھانا کھالو' اور کھانا بھی جلدی جلدی نہ کھاؤ۔"

دوسری روایت کے الفاظ ہیں :

((اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَؤُوْا بِالْعَشَاءِ وَلاَ يَعْجِلَنَّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ)) (۴۴)

"جب شام کا کھانا لگا دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے شام کا کھانا کھالو اور ہرگز جلدی نہ کرو' بلکہ سکون سے فارغ ہو جاؤ"۔

(۲۲) بیت الخلاء کی ضرورت روک کر نماز پڑھنا:

ایک آدمی کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت تنگ کر رہی ہو اور وہ پھر بھی نماز پڑھتا رہے تو بلاشبہ یہ شکل خشوع کے منافی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے کہ کوئی پیشاب یا پاخانے کی حاجت کو روک کر نماز پڑھتا رہے۔ (۴۵)

چنانچہ جس کسی کو ایسی صورت درپیش ہو وہ پہلے بیت الخلاء میں جاکر اپنی حاجت پوری کرے۔ اگر جماعت سے نماز چھوٹتی ہے تو چھوٹ جائے' کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا :

((إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَذْهَبَ الْخَلَاءَ وَقَامَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيَبْدَءْ بِالْخَلَاءِ)) (۴۶)

"اگر کسی کا خیال ہو کہ وہ بیت الخلاء جائے اور اسی اثناء میں جماعت کھڑی ہو جائے' تو اسے پہلے بیت الخلاء جانا چاہئے۔"

بلکہ اگر اس طرح کی صورتِ حال نماز کے دَوران پیش آجائے تو اسے اپنی نماز چھوڑ کر قضائے حاجت کے لئے چلے جانا چاہئے' اس کے بعد وضو کرکے نماز پڑھ لے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :

((لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ)) (۴۷)

"کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہوتی' اور نہ اُس وقت جب پیشاب یا پاخانہ اسے دھکیل رہا ہو' (نکلنے کے لئے زور لگا رہا ہو)۔"

اس طرح بلاشبہ خشوع ختم ہو جائے گا۔ اور جب پیٹ میں ہوا زور کر رہی ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

(۲۳) نیند کے غلبے میں نماز پڑھنا :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((إِذَا نَعِسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنَمْ حَتّٰى يَعْلَمَ مَا يَقُوْلُ)) (۴۸)

"جب دَورانِ نماز تم میں سے کسی کو اونگھ ستانے لگے تو اسے جاکر سو جانا چاہئے' اسے یہ تو خبر ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔"

اس حکم کا سبب بھی حدیث میں بیان ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

((إِذَا نَعِسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ' فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ

نَفسَهٗ)) (۴۹)

"جب نماز کے دَوران کسی پر نیند غلبہ کر لے تو اُسے سو جانا چاہیئے تاکہ اس کی نیند مکمل ہو جائے' کیونکہ اگر ایک آدمی نیند میں نماز پڑھتا رہا تو اسے کیا خبر کہ وہ استغفار کی جگہ اپنے آپ کو بد دعائیں دے رہا ہو۔"

اس طرح کی صورتِ حال تہجد کی نماز میں پیش آسکتی ہے۔ ممکن ہے قبولیتِ دعا کا وقت ہو اور وہ بے سمجھی میں اپنے آپ کو بد دعائیں دیتا رہے۔ نوافل کے ساتھ ساتھ یہ حکم فرض کے لئے بھی ہے' بشرطیکہ اسے یقین ہو کہ وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ سو کر اُٹھ جائے گا۔

(۴۴) گفتگو کرنے والے اور سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا:

نبی اکرم ﷺ نے اس طرح نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔ فرمایا:

((لَا تُصَلُّوْا خَلْفَ النَّائِمِ وَلَا الْمُتَحَدِّثِ)) (۵۰)

"سونے والے اور باتیں کرنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔"

اس لئے کہ باتیں کرنے والا اپنی آواز سے نماز سے غافل کر دے گا اور ہو سکتا ہے کہ سونے والے سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جو غفلت کا سبب بن جائے۔

امام الخطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک گفتگو کرنے والوں کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے' اس لئے کہ ان کی گفتگو نمازی کو غافل کر دے گی۔" (۵۱)

اگرچہ اہل علم کی ایک بڑی تعداد نے اُن دلائل کو کمزور کہا ہے جن میں سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الصلاۃ میں باب الصلٰوۃ خلف النائم کا باب باندھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے:

((کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰی فِرَاشِهٖ)) (۵۲)

"نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور میں آپؐ کے سامنے آپؐ کے بستر پر لیٹی ہوتی تھی۔"

حضرت مجاہد' حضرت طاؤس اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے والے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' مبادا وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس کی وجہ سے نمازی پر غفلت طاری ہو جائے۔ (۵۳)

تاہم اگر کوئی ایسا خطرہ نہ ہو تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔

⑳ کنکریاں سیدھی کرنے میں مصروف ہونا :

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ہر سجدے کے موقع پر جگہ سیدھی کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((اِنْ كُنْتَ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً)) (۵۴)

"اگر تمہیں جگہ سیدھی کرنا ہے تو ایک ہی دفعہ کر لو۔"

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((لَا تَمْسَحْ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ فَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً)) (۵۵)

"دورانِ نماز تم جگہ سیدھی نہ کرو' اگر ضروری کرنا پڑے تو ایک دفعہ کر لو۔"

خشوع کی خاطر اس کام سے منع کیا گیا ہے تاکہ دورانِ نماز زیادہ کام نہ کرنا پڑے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اگر جگہ ٹھیک کرنے کی ضرورت ہو تو نماز شروع کرنے سے پہلے ٹھیک کر لے۔

دورانِ نماز ناک اور ماتھے کو صاف کرنا بھی مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر پانی اور گارے میں سجدہ کیا اور اس کے اثرات بھی آپؐ کے ماتھے پر لگے رہے' اس کے باوجود آپؐ نے چہرے کو صاف نہیں کیا۔ توجہ اور خشوع سے نماز ادا کرنا ہر چیز کو بھلا دیتا ہے اور اس سے غافل کر دیتا ہے۔ اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((اِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلاً)) (۵۶)

"نماز کی ایک اپنی مصروفیت ہوتی ہے۔"

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

"پیشانی والی جگہ کی کنکریاں ٹھیک کرنے کے بدلے اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ بھی دے تو مجھے قبول نہیں۔" (۵۷)

جناب عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "سلف صالحین نماز مکمل کرنے سے پہلے پیشانی صاف کرنے کو

مکروہ سمجھتے تھے۔ "(۵۷)

⑯ اونچی آواز سے پڑھ کر دوسروں کو پریشان کرنا :

جس طرح نمازی کی ذمہ داری ہے کہ ہر اس کام سے اجتناب کرے جو نماز میں پریشانی پیدا کرتا ہو' اسی طرح اس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ دوسرے نمازیوں کو پریشان نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلاَ اِنَّ کُلَّکُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلاَ یُؤْذِیَنَّ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَلاَ یَرْفَعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْقِرَاءَةِ — اَوْ قَالَ : فِی الصَّلاَةِ)) (۵۸)

"سن لو! تم میں سے ہر ایک (نماز میں) اپنے رب سے گفتگو کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہرگز کوئی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائے' لہٰذا کوئی کسی کے مقابلے میں اپنی آواز کو اونچا نہ کرے ـــــ یا فرمایا: نماز میں ایسا نہ کرے۔"

دوسری روایت میں ہے :

((لاَ یَجْهَرْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ بِالْقُرْاٰنِ)) (۵۹)

"قرآن کو دوسروں کے مقابلے میں اونچی آواز سے نہ پڑھو۔"

⑰ دورانِ نماز اِدھر اُدھر نظر گھمانا :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((لاَ یَزَالُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مُقْبِلاً عَلَی الْعَبْدِ وَهُوَ فِی صَلاَتِهٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اَعْرَضَ عَنْهُ)) (۶۰)

"جب بندہ نماز میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی بات سننے کے لئے متوجہ رہتا ہے جب تک کہ بندہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے' اور جب بندہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے توجہ ہٹا لیتے ہیں۔"

اور نماز میں التفات دو طرح کا ہوتا ہے :

اولاً : غیر اللہ کی طرف دل کا متوجہ ہونا۔

ثانیاً : نگاہ کا دوسری طرف التفات کرنا۔ اور یہ دونوں شکلیں ہی ممنوع ہیں اور

نماز کے اجر کو کم کر دیتی ہیں۔ دَورانِ نماز دوسری طرف متوجہ ہونے کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا :

((اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ)) (۶۱)

"یہ اس چوری کا نام ہے جو شیطان بندے کی نماز سے چرا لیتا ہے۔"

جو آدمی دَورانِ نماز دل یا نگاہ سے اِدھر اُدھر التفات کر رہا ہو اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کو حاکم وقت نے بلا بھیجا ہو اور اپنے سامنے کھڑا کر کے اس سے گفتگو کر رہا ہو' اور وہ اسی اثنا میں حاکم وقت کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہو اور اس کا دل غیر حاضر ہونے کی وجہ سے حاکم کی بات کو سمجھ ہی نہ رہا ہو۔ ذرا سوچیں! حاکم وقت اس آدمی کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟

کم سے کم یہ سزا تو ضرور ہوگی کہ شدید غصے میں حاکم وقت اس شخص کو اپنے سامنے سے ہٹا دے اور اس شخص کی قدر و منزلت بھی سرکار کی نگاہ میں کم ہو جائے۔ اس قسم کا نمازی کبھی اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ان دونوں کی نماز کا مرتبہ برابر ہو سکتا ہے جو حاضر دل کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح نماز ادا کرتا ہے کہ اُس کے دل میں اُس ذات کی عظمت بیٹھی ہوئی ہے جس کے سامنے وہ کھڑا ہے۔ چنانچہ اس کا دل ہیبت اور خوف سے بھرا ہوا ہے' گردن اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے اور رب کا اتنا حیا و لحاظ ہے کہ نہ اس کا دل دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ ہی نگاہ کسی دوسری طرف اٹھتی ہے۔

جناب حسین بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ "دو آدمی ایک ہی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور دونوں (کی نماز) میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے' اس لئے کہ ان دونوں میں سے ایک دل کو اللہ کی طرف متوجہ کر کے نماز ادا کر رہا ہوتا ہے اور دوسرا بے توجہ اور غافل ہے۔" (۶۲)

البتہ ضرورت یا مجبوری کے تحت التفات میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "نمازِ فجر کی اقامت ہو گئی' آپ ﷺ نے نماز پڑھانی شروع کی اور آپ گھاٹی کی طرف بار بار دیکھ رہے تھے"۔ امام ابوداؤد نے اس کی توجیہہ یوں بیان کی ہے کہ "آپ ﷺ نے چوکیدارے کے لئے ایک سوار کو رات سے وہاں متعین کر

رکھا تھا۔"(۶۳)

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی نواسی امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کو دورانِ نماز اٹھایا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو ان کے لئے دروازہ کھول دیا' لوگوں کو نماز کا طریقہ بتانے کے لئے منبر سے نیچے تشریف لا کر نماز پڑھ کر دکھائی' نماز کسوف کے دوران اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے' دیکھا کہ شیطان سامنے سے گزر کر آپؐ کی نماز خراب کر رہا ہے تو اس کو پکڑ کر گلا دبا دیا' سانپ اور بچھو کو دورانِ نماز مارنے کا حکم دیا' نمازی کے سامنے گزرنے والے کو ہاتھ سے روک دینے اور نہ رکنے کی صورت میں اس سے لڑائی کی اجازت' بلکہ حکم دیا' عورتوں کو (امام کو متوجہ کرنے کے لئے) دورانِ نماز تالی بجانے کا حکم دیا' آپؐ نے دورانِ نماز اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ یا ان سے ملتے جلتے کام جن کی واقعتاً کوئی ضرورت ہو' انہیں کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر بلا ضرورت حرکتیں کی جائیں تو یہ لغو میں شمار ہو گا جو کہ خشوع کے منافی ہے اور لغو حرکات نماز میں منع ہیں۔(۶۴)

(۲۸) آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا:

دورانِ نماز آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا منع ہے' اور اس سلسلے میں سخت تنبیہ آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلَا يَرْفَعْ بَصَرَهُ اِلَى السَّمَاءِ اَنْ يُلْتَمَعَ بَصَرُهُ)) (۶۵)

"جب تم نماز میں ہو تو اپنی نگاہ آسمان کی طرف مت اٹھاؤ' خطرہ ہے کہ اسے اچک نہ لیا جائے۔"

دوسری روایت میں فرمایا:

((مَا بَالُ اَقْوَامٌ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلَاتِهِمْ)) (۶۶)

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے رہتے ہیں؟"

ایک روایت کے لفظ یوں ہیں:

((عَنْ رَفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ)) (۶۷)

اس ضمن میں آپ ﷺ نے بہت ڈانٹ کر فرمایا:

((لَيَنْتَهِنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ)) (۶۸)

"وہ لوگ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہ قابو کرلی جائے گی۔"

(۲۹) دورانِ نماز سامنے کی طرف تھوکنا:

یہ حرکت نماز کے خشوع کے سخت خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے ادب کے منافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلاَ يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى)) (۶۹)

"جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو سامنے کی طرف مت تھوکے' کیونکہ دورانِ نماز اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتے ہیں۔"

دوسری جگہ فرمایا:

((اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلاَةِ فَلاَ يَبْصُقْ اَمَامَهُ' فَاِنَّمَا يُنَاجِى اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَادَامَ فِى مُصَلاَّهُ' وَلاَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَاِنَّ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكًا' وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ فَيَدْفِنُهَا)) (۷۰)

"جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو سامنے مت تھوکے' کیونکہ نمازی دوران نماز اپنے رب سے باتیں کر رہا ہوتا ہے' اور نہ ہی دائیں طرف تھوکے' کہ دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ نمازی اپنی بائیں طرف تھوک لے یا پاؤں کے نیچے تھوکے' بعد میں اسے دفن کردے۔" (۷۱)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِىْ صَلاَتِهٖ فَاِنَّمَا يُنَاجِىْ رَبَّهُ وَاِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهٖ' فَلاَ يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ فِىْ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ)) (۷۲)

"جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے گفتگو کر رہا ہوتا ہے' اور رب نمازی اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی آدمی قبلہ کے رخ نہ تھوکے' بائیں طرف تھوک لے یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔"

(۳۰) نماز میں جمائی لینا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ)) (۷۳)

"جب دورانِ نماز کسی کو جمائی آ رہی ہو تو جس حد تک ہو سکے اس کو روک لے، کیونکہ جمائی کے ذریعے شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔"

جب شیطان اندر داخل ہو گیا تو پھر نمازی کے خشوع کی عافیت نہیں۔ علاوہ ازیں جب نمازی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

(۳۱) دورانِ نماز کولہے پر ہاتھ رکھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے دورانِ نماز کولہوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونے سے منع فرمایا ہے۔ (۷۴)

حضرت زیاد بن صبیح الحنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز ادا کی، میں نے اپنے ہاتھ اپنے کولہوں پر رکھ لئے، آپ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھوں پر مارا، جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا: نماز میں یوں صلیب کی شکل بنانا، اس سے آپ ﷺ نے منع کیا ہے۔ (۷۵)

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ کولہوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونے سے اہل جہنم کو ذرا سکون نصیب ہو گا۔ (۷۶) اللہ تعالیٰ ہم سب کو آتش جہنم سے محفوظ رکھے۔

(۳۲) دورانِ نماز کپڑا لٹکانا:

رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سدل (کپڑا لٹکانے) سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی منع کیا ہے کہ فرد اپنے منہ کو ڈھانپے۔ (۷۷) امام الخطابی کہتے ہیں کہ سدل سے مراد اس طرح کپڑا لٹکانا ہے کہ وہ زمین کو چھونے لگے، اور یہ مطلقاً منع ہے، کیونکہ یہ متکبر لوگوں کی نشانی ہے، اور ایسی حرکت نماز میں اور بھی زیادہ بری اور ناپسندیدہ ہے۔ (۷۸)

ابن الاثیر رحمہ اللہ (النهاية في غريب الحديث کے مؤلف) کہتے ہیں: سدل کا معنی یہ ہے کہ اپنے دونوں کپڑے جسم کے گرد لپیٹ لے اور ہاتھوں کو بھی اندر ہی رہنے دے، پھر

اسی حال میں رکوع وسجدہ کرے۔(۷۹)

ایک قول یہ ہے کہ : "یہودی اس طرح کیا کرتے تھے۔" سدل کاایک مفہوم یہ بیان کیاگیاہے کہ کپڑے کواپنے سر یاکندھوں پرڈال لےاوراس کے کناروں کو آگے لٹکا لے'یااپنے بازوؤں پرڈال لے'پھراُٹھتے بیٹھتے اسے ٹھیک کرنے میں لگارہے۔اس طرح کی جملہ شکلیں خشوع کو خراب کرنے والی ہیں۔ہاں!اگر کپڑابندھاہواہو'یااس طرح اوڑھاہواہو کہ گرنے کاخطرہ نہ ہواور نہ ہی نمازی کو مصروف کرے'توایسی شکل خشوع کے منافی نہیں ہوگی۔رہامنہ کوچھپانے کامعاملہ توعلماء نے بیان کیاہے کہ اس طرح آدمی اچھی طرح قراءت نہیں کرسکتااور نہ ہی عمدہ طریقے سے سجدہ کرسکتاہے'لہٰذااس سے منع کیاگیاہے(۸۰)

۳۴ جانوروں کی مشابہت اختیار کرنا :

چونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور اسے بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے لہٰذا کتنی بُری بات ہے کہ آدمی جانوروں کی نقل اتارے۔چنانچہ نماز میں جانوروں کی مشابہت اوران جیسی حرکتیں کرنے سے منع کیاگیاہے۔یہ شکلیں یاتوخشوع کے منافی ہیں یا ان کی کیفیت ایسی ہے کہ نمازی کو زیب نہیں دیتاکہ ایساکرے۔مثلاً :

نبی اکرم ﷺ نے نماز میں تین کاموں سے منع کیاہے : کوے کی طرح ٹھونگے مارنے سے'جانوروں کی طرح پاؤں پھیلانے سے اوراونٹ کی طرح جگہ بنانے سے(۸۱)

"اونٹ کی طرح جگہ بنانے" کی تعبیر علماء کرام نے اس طرح کی ہے کہ مسجد میں کوئی ایک جگہ مخصوص کرلے'صرف وہیں نماز پڑھے'جیسے کہ اونٹ کی عادت ہے کہ اپنے بیٹھنے کی جگہ نہیں بدلتا۔(۸۲)

دوسری روایت ہے کہ : "رسول اللہ ﷺ نے مجھے منع کیاہے مرغ کی طرح ٹھونگے مارنے سے'کتے کی طرح پاؤں آگے پسار کر بیٹھنے سے اورلومڑی کی طرح باربار اِدھر سے اُدھر دیکھنے سے۔"(۸۳)

جن کاموں کے ذریعے خشوع پیداہوتاہے ان کے ذریعے خشوع حاصل کیاجائے' اورجن کاموں کی وجہ سے خشوع برباد ہوتاہے ان سے پرہیز کیاجائے۔

خشوع کا فقہی حکم

علماء دین کے نزدیک خشوع کی اس قدر اہمیت ہے اور اس کا اتنا اونچا مقام ہے کہ انہوں نے درج ذیل سوال پر بحث کر کے جواب دیا ہے :

س جس آدمی کو نماز میں کثرت سے وسوسہ ہوا ہو کیا اس کی نماز صحیح ہے یا اسے دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی؟

ج امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے اس سوال کا جواب یہ دیا کہ : اگر سوال کی نوعیت یہ ہو کہ جو آدمی نماز میں خشوع اختیار نہیں کرتا کیا اس کی نماز ہوئی ہے یا کہ نہیں؟

ثواب کے نقطہ نظر کو سامنے رکھا جائے تو اس کی نماز نہیں ہوئی' کیونکہ جس حد تک اس نے سوچ سمجھ کر نماز پڑھی اور اپنے رب کا خشوع کیا بس اتنی نماز ہی قبول ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے : "تجھے نماز سے اسی قدر حصہ ملے گا جس قدر تو نے سوچ سمجھ کر اسے ادا کیا ہے"۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : "بندہ نماز ادا کرتا ہے تو کسی کا آدھا حصہ لکھا جاتا ہے' کسی کا تیسرا' کسی کا چوتھا حتیٰ کہ کسی کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے"۔ (۸۴)

اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کی کامیابی کو خشوع کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو خشوع سے نماز ادا نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اگر بالفرض بغیر خشوع کے نماز ادا کرنے والے آدمی کی نماز کا ثواب شمار ہو سکتا تو وہ لازماً کامیاب شمار ہوتا۔ (نتیجہ یہ نکلا کہ جو خشوع نہیں کرتا اس کو ثواب نہیں ملتا اور نہ ہی وہ کامیاب شمار ہو سکتا ہے۔)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ آیا شرعی حکم کے اعتبار سے اس کی نماز ادا ہو گئی اور اس کا فرض ادا ہو گیا؟ تو اگر اکثر وقت میں اس پر خشوع کی کیفیت رہی اور اس نے سوچ سمجھ کر نماز ادا کی تو بالاجماع اس کی نماز ہو گئی اور فرض کے بعد کی سنتیں اور ذکر اذکار نماز میں آنے والی کمی کو پورا کرنے کے لئے کافی ہو جائیں گے۔

اور اگر اکثر وقت نمازی میں خشوع موجود نہ تھا اور نہ اس کو یہ خبر تھی کہ نماز کہاں سے شروع ہوئی اور کب ختم ہو گئی؟ تو ایسے آدمی کو نماز دہرانی چاہیئے یا نہیں؟ اس میں علماء و فقہاء کا اختلاف ہے۔ جن حضرات کے نزدیک خشوع نماز کا لازمی رکن ہے ان کے

نزدیک نماز دہرانی ضروری ہے۔ اور جن حضرات کے نزدیک خشوع نماز کا لازمی رکن نہیں ان کے نزدیک دہرانی ضروری نہیں۔

اسی اصول کی بنیاد پر نماز میں وسوسے کا مسئلہ طے ہو گا۔ امام احمد رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ابن حامد کے نزدیک وسوسے کی صورت میں نماز دہرانی پڑے گی۔ جبکہ اکثر فقہاء کے نزدیک نماز کا دہرانا ضروری نہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ جو آدمی نماز میں بھول جائے اسے رسول اللہ ﷺ نے سجدۂ سہو کا حکم دیا ہے' نماز لوٹانے کو نہیں کہا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے :

((اِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِيْ اَحَدَكُمْ فِيْ صَلاَتِهٖ فَيَقُوْلُ : اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يُضِلَّ الرَّجُلَ اَنْ يَّدْرِيْ كَمْ صَلّٰى)) (۸۵)

"شیطان تمہارے پاس نماز میں آ کر کہتا ہے فلاں فلاں کام یاد کرو' جن کا اسے (نمازی کو) پہلے وہم و گمان تک نہ تھا' حتیٰ کہ انسان کو وہ یہ بھی بھلا دیتا ہے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔"

البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کو نماز کا ثواب اتنا ہی ملے گا جس قدر اس کا دل حاضر تھا اور وہ رب کے سامنے عاجزی سے کھڑا تھا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا : "بندہ نماز سے فارغ ہو جاتا ہے' کسی کے لئے آدھا اجر لکھا جاتا ہے' کسی کے لئے تہائی' کسی کے لئے چوتھائی' حتیٰ کہ کسی کا دسواں حصہ اجر لکھا جاتا ہے۔" (۸۶)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا : "تجھے نماز سے اسی قدر حصہ ملے گا جس قدر تو نے سوچ سمجھ کر اسے ادا کیا ہے"۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ وسوسے کی شکل میں ثواب اور مقصود کے اعتبار سے نماز تو صحیح نہیں ہے' البتہ ہم اسے دہرانے کا بھی حکم نہیں دے سکتے' قانونی طور پر نماز ادا ہو گئی۔ (۸۷)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :

((اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بِالصَّلاَةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لاَ يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ' فَاِذَا قُضِيَ التَّاْذِيْنُ اَقْبَلَ' فَاِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلاَةِ اَدْبَرَ' فَاِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ' يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا مَالَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ' حَتّٰى يَظَلَّ لاَ يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى' فَاِذَا وَجَدَ

اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)) (۸۸)

"جب مؤذن نماز کی اذان دیتا ہے تو شیطان دُور بھاگتا ہے اور اس کی ہوا نکلتی جاتی ہے تاکہ وہ اذان کے الفاظ نہ سن لے' جب اذان ختم ہوتی ہے تو پلٹ آتا ہے' پھر جب اقامت ہوتی ہے تو بھاگ جاتا ہے' جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو واپس پلٹ آتا ہے حتیٰ کہ انسان کے خیالات میں گھس جاتا ہے اور اسے ایسی ایسی چیزیں یاد دلاتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں نہیں ہوتیں' حتیٰ کہ اسے یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ جب تم میں سے کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو وہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔"

فقہاء کا استدلال ہے کہ جس شخص کو شیطان نے اس قدر نماز سے غافل کر دیا کہ اسے یہ بھی خبر نہ رہی کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے' ایسے آدمی کو آپ ﷺ نے صرف دو سجدۂ سہو کا حکم دیا ہے' نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ فریق اول کے خیال کے مطابق اگر اس کی نماز باطل ہو چکی ہوتی تو آپ ﷺ اس آدمی کو نماز دہرانے کا حکم دیتے۔

علماء نے کہا ہے کہ سجدہ سہو کا یہی فائدہ ہے کہ شیطان نے بندے کو نماز کے دَوران وسوسہ میں مبتلا کیا اور حضورِ قلب میں مانع ہوا تو سجدہ سہو کے ذریعے شیطان کی ناک رگڑ دی گئی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ان دو سجدوں کا نام "مُرْغِمَتَيْنِ" (ناک رگڑنے والے) تجویز فرمایا ہے۔

اگر تم کہو کہ اسے ضرور ہی نماز دہرانی چاہیے تاکہ نمازی کو اس کے ثمرات اور فوائد حاصل ہو جائیں تو اس کا فیصلہ اس کو خود کرنا چاہیے۔ وہ چاہے تو ان فوائد و ثمرات کو پانے کے لئے دوبارہ نماز پڑھ لے اور چاہے تو اپنے آپ کو محروم کر لے۔ اور اگر تم کہو کہ ہم ایسے آدمی کو نماز لوٹانے کا پابند کریں گے اور اگر اس نے نماز نہ دہرائی تو اسے سزا کا مستحق قرار دیں گے اور تارکِ نماز والے احکام اس پر لاگو کریں گے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ راجح قول ہے کہ جس آدمی کو نماز میں وسوسہ ہوتا ہے اس کی نماز کا اجر کم ہو جاتا ہے' البتہ فی نفسہٖ نماز ادا ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم

آخری بات

خشوع کا معاملہ بہت اہم ہے اور سُستی خطرناک ہے۔ صرف وہی آدمی (معیارِ

مطلوب پر) پورا اتر سکتا ہے جس کو اللہ توفیق دے۔ خشوع کی محرومی بہت بڑی مصیبت ہے اور قابل توجہ معاملہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ "(۸۹)" اے اللہ! ایسے دل سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں جس میں خشوع نہ ہو"۔ خشوع کا تعلق دل سے ہے جو کہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اور خشوع اختیار کرنے والوں کے درجات بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ کسی کا خشوع آسمان کو چھو رہا ہے اور کوئی اس طرح نماز سے فارغ ہو جاتا ہے کہ اس کو کچھ خبر ہی نہیں ہوئی۔

نماز میں خشوع کے اعتبار سے لوگوں کے پانچ درجے ہیں۔

اول: ظالم، جس نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اور کمی کی، اس نے نماز کا وضو بھی اچھی طرح نہیں کیا، وقت، حدود اور ارکان کے بارے میں بھی کوتاہی کی۔

دوم: جس نے نماز کے وضو، اوقات، حدود اور ظاہری ارکان کا تو خوب خیال رکھا، لیکن وسوسۂ شیطان کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس کے وسوسے میں بہہ گیا اور خیالوں میں گم رہا۔

سوم: جس نے حدود و ارکان کا بھی خوب خیال رکھا اور خیالات و وساوس کو جھٹکنے کی بھی خوب کوشش کی۔ یہ آدمی دشمن کے خلاف جہاد میں مصروف رہا تاکہ وہ اس کی نماز چرا کر نہ لے جائے۔ درحقیقت یہ آدمی بیک وقت نماز اور جہاد میں مصروف رہا ہے۔

چہارم: جو نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اس کے حقوق و ارکان اور حدود کا پوری طرح خیال رکھا اور اپنے دل کو بھی حدود و ارکان کی خاطر حاضر رکھا تاکہ کسی چیز میں کمی نہ ہو جائے۔ بلکہ اس کی ساری محنت و کوشش یہی رہی کہ نماز بتمام و کمال ادا ہو، بلکہ اپنے دل کو بھی نماز کے مقام اور اپنے رب کی عبادت و بندگی میں غرق رکھا۔

پنجم: پانچویں آدمی کا حال بھی چوتھے آدمی والا ہے۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے نچھاور کر دیا، دل کی آنکھوں سے اللہ کی طرف دیکھتا رہا، اس ذاتِ اقدس سے ڈرتا رہا اور اس کی محبت و عظمت سے دل کو اس طرح بھرے رکھا جیسے کہ اسے بچشم خود دیکھ رہا ہو۔ اس آدمی کے وسوسے اور خیالات ویسے ہی کافور ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس کے درمیان اور اس کے رب کے درمیان جو پردے تھے وہ سب اٹھ گئے

ہیں۔ یہ آدمی صحیح معنی میں نماز کے دَوران اپنے رب کے ساتھ مشغول ہے اور اسے دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہا ہے۔

پہلا آدمی سزا کا حق دار ہے۔ دوسرے کا بھی حساب ہو گا۔ تیسرے کو معافی مل جائے گی۔ چوتھا آدمی ثواب و اجر کا مستحق ہے اور پانچواں تو اپنے رب کا مقرب بندہ ہے' کیونکہ یہ تو ایسا آدمی ہے جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ دنیا میں جس آدمی کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہو گی آخرت میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ رب العزت والجلال کا قرب ہو گا' بلکہ دنیا میں ہی اسے آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کے قرب کی صورت میں مل جائے گی۔ اور جس شخص کو اللہ کے قرب سے ٹھنڈک نصیب ہو گی اس شخص کو دیکھ کر ہر آنکھ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اور جس کی آنکھیں اللہ کے قرب میں ٹھنڈی نہیں ہوتیں اس کے سامنے ساری دنیا حسرتیں بن جاتی ہے۔ (۹۰)

آخر میں اللہ عزوجل سے عاجزی کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ ہم سب کو خشوع اختیار کرنے والا بندہ بنا دے اور کمی و کوتاہی کو اپنے فضل سے معاف کر دے۔

والحمد للہ ربّ العالمین

حواشی

۳۷) صحیح البخاری' کتاب الصلاۃ فی ثیاب' باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر ...الخ' ح ۳۶۷ و مسند احمد ۳/۱۵۱

۳۸) صحیح مسلم' کتاب اللباس والزینۃ' باب ۲۶' ح ۲۱۰۷ و سنن النسائی' کتاب القبلۃ' باب الصلاۃ الی ثوب فیہ تصاویر و مسند احمد ۶/۱۱۲

۳۹) سنن ابی داؤد' کتاب المناسك' باب فی الحجر' ح ۲۰۳۰۔ علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن ابی داؤد' ح ۱۷۸۶

۴۰) الوابل الصیب' ص ۲۲' ط دار البیان

۴۱) صحیح البخاری' کتاب الصلاۃ فی الثیاب' باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام' ح ۳۶۶ و صحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ' باب کراھۃ الصلاۃ فی ثوب لہ اعلام' ح ۵۵۶

۴۲) صحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ' باب کراھۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام' ح ۵۶۰

۴۳) صحیح البخاری' کتاب الاطعمة' باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائه' ح ۵۱۴۷ و صحیح مسلم' حواله سابقه' ح ۵۵۷

۴۴) صحیح مسلم' حواله سابقه' ح ۵۵۹ و صحیح البخاری' حواله سابقه' ح ۵۱۴۸

۴۵) سنن ابن ماجه' کتاب الطهارة' باب ما جاء فی النهی للحاقن ان یصلی' ح ۶۱۷۔ علامہ البانی نے صحیح ابن ماجہ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۴۶) سنن ابی داؤد' کتاب الطهارة' باب ایصلی الرجل وهو حاقن' ح ۸۸ وسنن الترمذی' کتاب الطهارة' باب ۱۰۸۔ امام الترمذی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

۴۷) صیح مسلم' کتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام' ح ۵۶۰ وسنن ابوداود' کتاب الطهارة' باپ ایصلی الرجل وهو حاقن' ح ۸۱

۴۸) صحیح البخاری' کتاب الوضوء' باب الوضوء من النوم' ح ۲۰۹ و صحیح مسلم' ح ۷۸۶

۴۹) صحیح البخاری' حواله سابقه' ح ۲۰۹ وصحیح مسلم' کتاب صلاة المسافرین' باب امر من نعس فی صلاته' ح ۷۸۶ وسنن ابی داؤد' کتاب الصلاة' باب النعاس فی الصلاة' ح ۱۳۱۰

۵۰) سنن ابی داؤد' کتاب الصلاة' باب الصلاة الی المتحدثین والنیام' ح ۶۹۴ و السنن الکبری للبیهقی ۲۷۹/۲ والمستدرك للحاکم ۲۷۰/۴۔ علامہ البانی نے حدیث کے تمام طرق جمع کرکے حسن کا حکم لگایا ہے۔ ملاحظہ ہو ارواء الغلیل ۹۳/۲' ح ۳۷۴

۵۱) عون المعبود ۳۸۸/۲

۵۲) صحیح البخاری' کتاب سترة المصلی' باب الصلاة خلف النائم' ح ۴۹۰ و صحیح مسلم' کتاب الصلاة' باب الاعتراض بین یدی المصلی' ح ۵۱۲

۵۳) فتح الباری' شرح حدیث عائشة المذکوره' ۷۰۰/۱' ط الریان

۵۴) صحیح البخاری' کتاب العمل فی الصلاة' باب مسح الحصٰی فی الصلاة' ح ۱۱۴۹ و صحیح مسلم' کتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب کراهة مسح الحصٰی وتسویة التراب' ح ۵۴۶

۵۵) سنن ابی داؤد' کتاب الصلاة' باب فی مسح الحصی فی الصلاة' ح ۹۴۶۔ بنیادی طور پر یہ روایت بخاری و مسلم میں موجود ہے' حوالہ ابھی گزرا ہے۔

۵۶) صحیح البخاری' کتاب العمل فی الصلاة' باب ماینهی من الکلام فی الصلاة' ح

۱۱۳۱ و صحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ' باب تحریم الکلام فی الصلاۃ' ح ۵۳۸

۵۷) فتح الباری ۹۶/۳ شرح ح ۱۲۰۷۔ ط الریان القاہرۃ

۵۸) سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ' باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل' ح ۱۱۸۳۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۵۹) مسند احمد ۳۶/۲ ۔ استاذ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ شرح احمد شاکر' ح ۴۹۲۸

۶۰) سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ' باب الالتفات فی الصلاۃ' ح ۹۰۹ و سنن النسائی' کتاب السہو' باب التشدید فی الالتفات فی الصلاۃ' ح ۱۱۹۴۔ علامہ الالبانی نے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۶۱) صحیح البخاری' کتاب صفۃ الصلاۃ' باب الالتفات فی الصلاۃ' ح ۷۱۶ و سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ' باب الالتفات فی الصلاۃ' ح ۹۱۰

۶۲) الوابل الصیب' ص ۳۶' ط دار البیان

۶۳) سنن ابی داؤد' کتاب الجہاد' باب فصل الحرس فی سبیل اللّٰہ' ح ۳۵۰۱

۶۴) مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ ۵۵۹/۲۲

۶۵) مسند احمد ۲۹۴/۵ و سنن النسائی' کتاب السہو' باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ' ح ۱۱۹۳۔ علامہ الالبانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح الجامع' ح ۷۴۹

۶۶) صحیح البخاری' کتاب صفۃ الصلاۃ' باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ' ح ۷۱۷ و سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ' باب النظر فی الصلاۃ ح ۹۱۳

۶۷) صحیح مسلم' کتاب الصلاۃ' باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ' ح ۴۲۹

۶۸) صحیح البخاری' حوالہ سابقہ

۶۹) صحیح البخاری' ابواب المساجد' باب حک البزاق بالید من المسجد' ح ۳۹۸ وصحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ' باب النہی عن البصاق فی المسجد' ح ۵۴۷

۷۰) صحیح البخاری' کتاب المساجد' باب دفن النخامۃ فی المسجد' ح ۴۰۶ و

صحیح مسلم٬ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ٬ باب النھی عن البصاق فی المسجد٬ ح ۵۴۸

۷۱) فی زمانہ یہ شکل اُسی وقت ممکن ہے جب آدمی صحراوغیرہ میں نماز ادا کر رہا ہو۔ پختہ اور صفوں و قالینوں سے آراستہ مسجدوں میں اس شکل پر عمل کرنا خاصا غلط ہے ورنہ صفوں اور قالینوں کا ستیاناس ہو جائے گا۔ آج کے دور میں اگر تھوکنے کی مجبوری بن جائے تو کپڑے کا رومال یا ٹشو پیپر زیادہ مناسب ہے۔ اور اگر یہ دونوں دستیاب نہ ہوں تو سر کے رومال کا پلو یا قمیص کا دامن استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پاؤں کے نیچے تھوکنا بہرحال غلط ہے۔ بعض لوگ وقتی مجبوری کے تحت دی گئی اجازت کو "حکم" کا درجہ دے کر اس پر عمل کرنا کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ اور یہ بہت بڑی لغزش ہے٬ لہٰذا "حکم" اور "مجبوری" کی اجازت میں فرق سمجھنا چاہئے اور اسی اعتبار سے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ (ابوعبدالرحمٰن)

۷۲) صحیح البخاری٬ حوالہ سابقہ٬ ح ۳۹۷ و ۳۹۸ و صحیح مسلم٬ حوالہ سابقہ٬ ح ۵۴۷ و ۵۴۹

۷۳) صحیح مسلم٬ کتاب الزھد والرقائق٬ باب تشمیت العاطس و کراھۃ التثاءب٬ ح ۲۹۹۴ و ۲۹۹۵ و صحیح البخاری٬ کتاب الادب٬ باب و ما یکرہ من التثاءب٬ ح ۵۸۶۹

۷۴) صحیح البخاری٬ کتاب العمل فی الصلاۃ٬ باب الخصر فی الصلاۃ٬ ح ۱۱۶۱ و ۱۱۶۲ و صحیح مسلم٬ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ٬ باب کراھۃ الاختصار فی الصلاۃ٬ ح ۵۴۵

۷۵) مسند احمد ۱۰۶/۲۔ استاذ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے٬ ح ۵۸۳۶ و سنن ابی داؤد٬ کتاب الصلاۃ٬ باب الرجل یصلی مختصراً٬ ح ۹۴۷

۷۶) السنن الکبری للبیھقی ۲۸۷/۲ باب کراھیۃ التخصر فی الصلاۃ

۷۷) سنن ابی داؤد٬ کتاب العلاۃ٬ باب السدل فی الصلاۃ٬ ح ۶۴۳۔ علامہ الالبانی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔

۷۸) مرقاۃ المفاتیح ۳۴۷/۲

۷۹) النہایۃ لابن اثیر ۳۵۵/۲٬ ط المکتبۃ العلمیۃ بیروت

۸۰) مرقاۃ المفاتیح ۲۳۶/۲

۸۱) سنن ابی داؤد٬ کتاب الصلاۃ٬ باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ . . . ح ۸۶۲ و سنن

النسائی، کتاب التطبیق، باب النھی عن نقرۃ الغراب، ح ۱۱۱۱، و مسند احمد ۴۲۸/۳۔ اور حدیث حسن ہے۔

۸۲) الفتح الربانی ۹۱/۴

۸۳) مسند احمد ۳۱۱/۲ و مسند ابی یعلٰی الموصلی ۳۰/۵، ح ۲۶۱۹ والسنن الکبری ۱۲۰/۲۔ علامہ الالبانی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔ صحیح الترغیب، ح ۵۵۳

۸۴) حدیث کے مکمل الفاظ اور تخریج گزر چکی ہے۔

۸۵) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل التاذین، ح ۵۸۳ و صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعه، ح ۳۸۹

۸۶) حدیث کے مکمل الفاظ اور تخریج گزر چکی ہے۔

۸۷) مدارج السالکین ۱۱۲/۱

۸۸) صحیح البخاری، کتاب السھو، باب اذالم یدر کم صلی...الخ، ح ۱۱۷۴ و صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان، ح ۳۸۹

۸۹) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی الاستعاذۃ، ح ۱۵۴۸ و سنن النسائی، کتاب الاستعاذہ، باب الاستعاذہ من نفس لا تشبع، ح ۵۴۸۲۔ علامہ الالبانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح الجامع ح ۱۲۹۷

۹۰) الوابل الصیب، ص ۴۰

بقیہ : آسودہ زندگی کا راز

پسندیدہ انداز یہ ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ہر وقت پیش نظر رہے۔ دنیاوی نعمتوں سے محروم لوگوں کی طرف نگاہ کر کے میسر سہولتوں پر خدا کا شکر ادا کرے۔ روزی کمانے کی جدّوجُہد میں اس حد تک ہی مصروف ہو کہ خدا فراموشی کی نوبت نہ آئے۔ اس اندازِ زیست سے نہ مایوسی طاری ہو گی نہ ڈیپریشن (Depression) ہو گا، بلکہ آئندہ کی کامیاب زندگی کی امید دل میں نشاط و انبساط پیدا کرے گی اور حقیقی زندگی کی طرف مراجعت سہل ہو گی۔ بقول اقبالؔ ؎

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اُوست

ایران میں افکارِ اقبال کا اثر

بسلسلۂ علامہ اقبال اور مسلمانانِ عجم (۲۱)

ڈاکٹر ابو معاذ

احمد سروش (درویش اقبال مست)

ایک زمانے تک آپ ریڈیو تہران سے وابستہ تھے۔ مئی ۱۹۴۹ء میں جناب ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی کے توسط سے علامہ اقبال کے کلام سے متعارف ہوئے۔ پھر آپ نے اپنی ایک کتاب "آئینہ حقیقت" میں کلامِ اقبال کی روشنی میں مستقبل میں ایران' افغانستان اور پاکستان کے ممکنہ اتحاد کا خاکہ پیش کرتے ہوئے اسے مسلمانانِ عالم کی منزل یعنی اتحادِ عالمِ اسلامی کا پیش خیمہ قرار دیا۔ اس کتاب کی ایک جلد آپ نے صدرِ پاکستان کو بھی بھجوائی۔ آپ نے جلد ہی وفورِ عقیدت میں علامہ اقبال کو مولانا اقبال کہنا شروع کر دیا' بلکہ اکثر اوقات تو مولانا یا مولا کہہ کر علامہ اقبال کا ذکر کیا کرتے۔ پاکستان میں کلامِ اقبال کے فارسی زبان میں ایک ہی جلد میں چھپنے سے پہلے یہ کام ایران میں احمد سروش نے سرانجام دیا اور قریباً پچاس صفحات پر مشتمل اس کا مقدمہ فارسی زبان میں خوبصورت علمی اور ادبی پیرائے میں لکھا اور اس میں اس بات کا اقرار کیا کہ "کلامِ اقبال کے مطالعہ سے میرے اور اقبال کے مابین ایک روحانی رابطہ قائم ہو گیا ہے' اس نے مجھے روحانی اور جسمانی قوت عطا کی ہے"۔

صدرِ پاکستان محمد ایوب خان کے تہران کے دورہ کے موقع پر سروش نے کلیاتِ اقبال کی اپنی مرتب کردہ جلد اپنے ہاتھوں سے صدرِ مملکت کو پیش کی اور صدر نے سروش کو پاکستان آنے کی دعوت دی۔ ایک سرکاری خط کے ذریعہ سفارت خانہ پاکستان نے بھی سروش کے نام دعوت نامہ ارسال کیا اور ان کا نام اس ایرانی وفد میں شامل کر لیا گیا جسے سرکاری دعوت پر پاکستان کا دورہ کرنا تھا۔ سروش لاہور اور مرقدِ اقبال دیکھنے کے لئے بیتاب تھے کہ ایک دن انہیں ایک خط سفارت خانے کی جانب سے موصول ہوا جس کے مطابق ان کا نام اس وفد کی فہرست سے خارج کر دیا گیا تھا' جس کا اُنہیں شدید صدمہ ہوا۔ چونکہ سروش اُن دِنوں

پاکستان اور اقبال کے سب سے بڑے قدر دان کے طور پر ایران کے متوسط طبقہ کے شعراء اور ادباء میں جانے جاتے تھے اس لئے اس طبقہ میں غم و غصّہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اپنے مستقل طور پر پاکستان منتقل ہو جانے کے بعد جون ۱۹۶۸ء میں جنابِ عرفانی تین ماہ کے لئے ایران تشریف لے گئے تو ان کی ملاقات احمد سروش سے ہوئی۔ جناب عرفانی نے کلیاتِ اقبال پر ایک تقریظ مجلّہ ہلال (فارسی) میں شائع کی تھی جو سروش تک نہیں پہنچا تھا۔ جب یہ آرٹیکل سروش کے سپرد کیا گیا تو احمد سروش کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہا :

"آقای عرفانی! اگر تم پاکستانی تھے تو تمہارے بعد میں نے کوئی پاکستانی نہیں دیکھا۔ اقبالِ کو تم نے مجھ جیسے ایرانیوں سے متعارف کرایا تھا' اس وجہ سے ہم لوگ ابد تک آپ کے ممنونِ احسان رہیں گے۔ مولانا اقبال اب ہمارا مسلمہ ہیرو بن چکا ہے۔ اسلامی ہیرو' سیاسی ہیرو' نئی تعلیم یافتہ نسل کا انقلابی ہیرو۔ میرے لئے یہی عظیم صلہ کافی ہے کہ مجھے جہانِ اسلام کے اس مایہ ناز رہبر کے حیات بخش پیغام کی تبلیغ کا موقع میسر ہوا ہے۔"

احمد سروش نے کلیاتِ اقبال کے مقدمہ میں پہلی مرتبہ حواشی اور آیات اور احادیث کا ترجمہ' اماکن اور اسامی کا اشاریہ (Index) اور علامہ اقبال کی زندگی کے متعلق تصاویر شائع کیں۔ آپ نے مقدمہ میں لکھا کہ "ایک وقت تھا جب پڑھے لکھے روشن فکر ایرانی تقسیم ہند اور قیامِ پاکستان کے سخت مخالف تھے اور برِّصغیر کے مسلمانوں پر غداری کا الزام لگاتے تھے"۔ اقبال سے آشنائی کے بعد وہ لکھتے ہیں "اقبال کے افکار نہ صرف ہند کی بیداری اور آزادی میں مؤثر ثابت ہوئے تھے بلکہ تمام اقوامِ مشرق کی آزادی اور بیداری میں بھی ان کا گہرا اثر مرتب ہوا جو اب بھی موجود ہے۔"

آپ کا منظوم کلام "درای خود فراموشان" دراصل علامہ اقبال کی شاعری ہی کا تسلسل معلوم ہوتا ہے اور یہ مجموعۂ کلام اقبال کے کلام کی صحیح ایرانی بازگشت ہے۔ وہی تراکیب' وہی مضامین' وہی طرزِ بیان۔ کچھ نظمیں آزاد بھی ہیں اور کچھ مثنوی اور کچھ غزلیات کی صورت میں۔ علامہ اقبال کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَدِر کَاسًا و نَاوِلها الا یَا ایُّها السَّاقی

(دیوانِ حافظ کا پہلا مصرعہ ہے۔ ساقیا! جام کو گردش میں لا اور آگے بڑھ کر پلا!)

کہ آتش ہابجان دارم ز مہجوری و مشتاقی

(میری کم ظرفی اور عشق کے باعث میرے سینے میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔)

بلند آہنگ سازی کز شکستن نیست پروایت

(علامہ اقبال کے ایک شعر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ع من نترسم از شکستِ عودِ خویش "مجھے تُو بلند آواز میں گانے پر مجبور کر رہا ہے اور تمہیں اپنے ساز کے ٹوٹنے کی پروا نہیں ہے"۔)

واز شوقِ نوا خود را بہ ہر مضراب می کوبی

(تو اپنے نغمات کو عام کرنے کے شوق میں ہر مضراب کی ضربیں کھا رہا ہے۔)

توای خورشیدِ مغرب دیدہ، وی مستِ مئے صحرا

(تو وہ سورج ہے جس نے مغرب دیکھا ہے مگر پھر بھی صحرائے عرب کی شرابِ روحانی کے نشے سے سرشار ہے۔)

برہمن زاد، دانا ہندوی آگاہ! کہ دانای فسونِ عرب

(تو ایک ہندوستانی برہمن زادہ، دانائے حقیقت ہے اور مغرب کے فسون سے باخبر بھی۔)

درازِ روم و رمز آگاہِ تبریزی

(تو روم کا راز دان ہے اور تبریز کے حالات سے بھی واقف ہے۔)

یہ دراصل علامہ اقبال کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے :

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی
برہمن زادۂ رمز آشنای روم و تبریز ست

(مجھے دیکھو کہ ہندوستان میں کوئی اور نہ دیکھ سکو گے کہ برہمن زادہ ہو کر روم اور تبریز کا راز دان ہے۔)

دمی دانی چسان باید نفس در سینہ بگدازی

(آپ کو معلوم ہے کہ کس طرح سینے میں سانس کو پگھلایا جاتا ہے۔)

بت خانہ با طرحِ حرم ریزی

(اور بت خانے میں تو حرم کی بنیاد رکھ رہا ہے۔)

سخن سربستہ کم تر گو حریفان را بیفگن راز بر صحرا

(اشاروں میں باتیں نہ کر اور اپنے ساتھیوں کو صحرائے عرب کے راز اُگل دے۔)

اب ہم جنابِ عرفانی کی کتاب "اقبالِ ایران" میں شامل سروش کے اشعار پیش کریں گے۔ آپ ان چیدہ چیدہ اشعار کے مطالعہ سے ایک بار پھر کلامِ اقبال کی وسعتوں میں پہنچ جائیں گے۔ سروش اقبال کے انداز میں مثنوی "طرحِ نو" میں کہتے ہیں ؎

گفت با من ہمدلی محنت نصیب　　من غریبم ' تو غریبی ' او غریب

(مجھے ایک محنت کش دوست نے کہا میں بھی غریب ہوں' تو بھی غریب ہے' وہ بھی غریب ہے۔)

تا نیاز آری نگونسارت کنند　　بہرِ نانی بر سرِ دارت کنند

(اگر تو نیاز مندی کا اظہار کرے گا تو تجھے ذلیل کر دیں گے اور ایک روٹی کیلئے تختہ دار پر لٹکا دیں گے۔)

ذرہ ساں صیاد ہر خورشید باش　　شائقِ آن گل کہ نتواں چید باش

(ذرے کی طرح ہر ایک سورج کا شکاری بن جا اور وہ پھول جو تجھ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا اس کا قدر دان بن جا۔)

ابتدا باید بخود محکم شوی　　وارثِ تاجِ بنی آدم شوی

(تجھے پہلے اپنے آپ کو مستحکم کرنا ہوگا' پھر تو بنی آدم کے تاج کا وارث بن جائے گا۔)

اسی طرح آپ کی مثنوی "نائب حق" بھی دلچسپ ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

نائبِ حقی ز کس پروا مکن　　این توئی منظورِ اِنِیّ جاعِلٌ

(تو اس دنیا میں خدا کا نائب ہے اور تُو ہی تو "اِنِیّ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" کا مصداق ہے۔)

گر بنفسِ خویشتن فرمان دہی　　قادری فرمان بہ ہر انسان دہی

(اگر تو اپنے نفس پر کنٹرول حاصل کر سکے تو پھر تو صاحب قدرت ہو جائے گا اور تیرا فرمان ہر انسان پر چلے گا۔)

زخمہ ای بر تارِ جانِ خویش زن　　و آتشی بر عقلِ دور اندیش زن

(اپنی شاہ رگ کے تار پر زخمہ مار کر نغمہ چھیڑ اور اپنی دُور اندیش عقل کو آگ کی نذر

کر دے۔)

اپنی مثنوی "موسیٰ و خضر" میں فرماتے ہیں۔

از شریعت قصدِ حق خود پروری است　　خود گرائی خود تراشی خود گری است

(شریعت سے مراد اپنی ذات کی تکمیل ہے' یعنی اپنے آپ پر توجہ دینا' خود کو تراشنا اور اپنے آپ کو تعمیر کرنا۔)

اسی طرح آپ کی ایک مثنوی "وحشت' عالمی دیگر" ہے' جس کا محرک بھی علامہ اقبال کا ایک شعر ہے ؎

خبری رفت زگردون بہ شبستانِ ازل　　حذر ای پردگیان پردہ دری پیدا شد

(یعنی آسمان سے ازل کی رات (جنت میں) یہ خبر پہنچ گئی کہ اے پردہ دارو! یعنی اے حورانِ بہشت! ڈر جاؤ! پردہ اٹھانے والا پیدا ہو گیا ہے۔)

اس شعر سے متاثر ہو کر سروش لکھتے ہیں ؎

وحشی، ہنگامہ گر' ہنگامہ زاد　　ناگہان در عالمی دیگر فتاد

(ہنگامے پیدا کرنے والا اور ہنگاموں میں پیدا ہونے والا وحشی اچانک دوسرے جہان میں جا پہنچا۔)

پردہ دارانِ ازل مضطر شدند　　چارہ را نزدیک یک دیگر شدند

(ازل کے پردہ دار بے چین ہو گئے اور اپنے تحفظ کی خاطر ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے۔)

کای دریغا' پردۂ ناموسِ ما　　کوفت این فرزند آدم کوسِ ما

(یہ فرزند آدم تمام مسافتیں طے کر آیا اور اے صد افسوس کہ ہماری عزت کا پردہ چاک ہو گیا۔)

ساکنانِ معبدِ ستریم ما　　دخترانِ جاودان بکریم ما

(ہم تو پردوں کی عبادت گاہ کی باسی ہیں اور ہم ہمیشہ زندہ رہنے والی باکرہ دوشیزائیں ہیں۔)

اس مثنوی میں آگے چل کر وہ پردہ دری کا راز علم کو قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح "زیارت نامہ برائے آدم" اقبال کی پیروی میں لکھی ہوئی دلکش مثنوی ہے' جس سے اختصار کے باعث ہم صرفِ نظر کر رہے ہیں۔ اسی طرح آپ نے اقبال کی مشہور غزل

"اے جوانانِ عجم" کے جواب میں ایک طویل غزل کہی ہے جس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں ؂

شہسواری کشتہ می بینم بہ میدانِ شما ای جوانانِ وطن! جانِ من و جانِ شما

(اے میرے وطن کے جوانو! میری جان اور تمہاری جان ایک ہے۔ میں آج تمہارے میدان میں شہسواروں کو مرا ہوا پا رہا ہوں۔)

خانقاہ و مکتب و میخانہ و مسجد تہی است اے دریغا! بر جوانمردی بدورانِ شما

(میں خانقاہوں، مکتبوں، مئے خانوں اور مسجدوں کو خالی دیکھ رہا ہوں۔ آپ کے زمانے کے لوگوں کی جواں مردی پر صد افسوس ہے۔)

تا چو کوھی، برخودی خویشتن قایم شوید قصہ ہا گفتم شما را از نیاگانِ شما

(اس لئے تمہارے اسلاف کی داستانیں تمہیں سنائی ہیں کہ اپنی خودی کے بل بوتے پر پہاڑوں کی طرح ڈٹ جاؤ۔)

خواستم زان حق کہ تقدیراتِ اُولا منتہاست تاکہ تقدیر شما آید بفرمانِ شما

(چونکہ خداوند تعالیٰ کے ہاں لا منتہا تقدیریں ہیں لہٰذا اس سے وہ تقدیر طلب کرو جو تمہاری اپنی مرضی کے مطابق ہو۔)

ایک غزل جو "خوابِ پریشان" کے نام سے ہے، یہ دراصل انقلابِ ایران کا پیام ہے۔ یہ بھی علامہ اقبال کی پیروی میں لکھی گئی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

خواہم اے ایران زمین از نوجہانبانت کنم سرفرازِ عالمی از فرِّ یزدانت کنم

(اے ایران کی سرزمین! میری آرزو ہے کہ دنیا پر تیری حکومت پھر سے قائم ہو جائے اور خداوند تعالیٰ کی شان کے باعث تجھے جہان بھر میں معزز کر دوں۔)

رقصِ خوں در ہر رگم شورِ جنون افگندہ است عیدِ قربان است و خواہم جان بقربانت کنم

(میرے خون کے رقص نے میری ہر رگ میں دیوانگی کا ہنگامہ پیدا کر دیا ہے۔ آج عید قربان کا دن ہے اور میری خواہش ہے کہ قربانی کے طور پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دوں۔)

دیدہ ام خوابی و لیکن می نیارم با تو گفت زانکہ می ترسم بدین دستان پریشانت کنم

(میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جو تجھ سے بیان نہیں کر سکتا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اس کے بیان کرنے سے پریشان نہ ہو جاؤ۔)

اسی طرح علامہ اقبال کی پیروی میں آپ نے دوبیتی یعنی رباعی کی رسم بھی پوری کی ہے اور ان کی بنیاد علامہ اقبال کے اس مصرع ؏ مصرعِ من قطرۂ خونِ من است (یعنی میرا مصرع میرا قطرۂ خون ہے۔) پر رکھی ہے۔ ان میں علامہ اقبال کی طرح اسلام کی بنیادی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔

قرآن ز برائے ہر مسلمان کافی است　　از بہرِ نجاتِ اہلِ ایمان کافی است
امری نہ کہ این کتاب ناگفتہ گذاشت　　تنہا قرآن ترا بقرآن کافی است

(قرآن ہر مسلمان کے لئے کافی ہے' کیونکہ نجات کے لئے اہلِ ایمان کو اس کے علاوہ کیا چاہئے۔ کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو قرآن میں موجود نہ ہو' اس لئے قرآن تیرے لئے ہمیشہ کے لئے کافی ہے۔)

قرآن کہ چراغِ روشن راہ است او　　روشن بہ چراغِ کلمۃ اللہ است او
در ظلمتِ این شبانِ پرِ بیم و ہراس　　روشن نگرِ راہ از چاہ است او

(قرآن ہی راستوں کو واضح کرنے والا ایک روشن چراغ ہے جس کی روشنی کا منبع کلمۃ اللہ ہے۔ ان پُرخطر اور خوفناک راتوں کے اندھیرے میں قرآن ہی راستوں کو گہری کھائیوں سے ممتاز کرتا ہے۔)

قرآن کہ ہمین کلام خوانند او را　　قولی است کہ خاص و عام خوانند او را
جز با دلِ پاک فہم آن نتوان کرد　　گو آنکہ علی الدوام خوانند او را

(ہر خواص و عام قرآن کو ایک کلام یا کتاب کی صورت میں پڑھ تو سکتا ہے مگر اس کے معانی و مطالب صرف اس شخص کی سمجھ میں آپاتے ہیں جس کا ضمیر روشن ہو اور دل صاف ہو اور پھر وہ اسے لگاتار پڑھتا رہے۔)

جانا! چہ کنم کہ آگہ از راز نئی　　ہشیار دل و بلند پرواز نئی
قرآن چو زمین رازِ خدا می داند　　یعنی کہ تو با خدا انباز نئی

(اے میرے عزیز! تجھے اصلی راز کا علم نہیں ہے' کیونکہ نہ تیرے دل میں سمجھ بوجھ ہے اور نہ ہی تو بلند پرواز ہے۔ قرآن چونکہ زمین کو خدا کی ملکیت قرار دیتا ہے اس لئے تو خود کو زمین کا مالک قرار دے کر خدا کا شریک بنتا پھرتا ہے جو غلط امر ہے۔)

خدا یا ہر زمین ملکِ تو دانم　　ترا سلطانِ عرش و فرش خوانم
اگر مالک توئی مال الاجارہ　　چرا گیرد دگر کس من ندانم

(اے خدا! میں زمین کو تیری ملکیت سمجھتا ہوں اور تجھے ہی عرش و فرش کا بادشاہ مانتا ہوں۔ اگر تو ہی مالک ہے تو یہ بٹائی کی رقم جو جاگیردار لیتے ہیں مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی۔)

ای دوست بیا جمالِ تقدیریت بین پرندگی فکرِ جہانگیریت بین
گر بر خودیِ خویش مسلط گشتی تقدیر مطیع فکر و تدبیرت بین

(اے دوست! آ اور تقدیر کا جمال دیکھ، تاکہ تیری عقل جہان بین پرواز کر سکے۔ اگر تو اپنی خودی کا نگہبان بن جائے تو تیری تقدیر تیری سوچ اور تدبیر کی فرماں بردار بن جائے گی۔)

ہر چند کہ قلب و جانِ آگہ دارم با چشم خرد نظر بہر راہ دارم
آزادی و اعتبارِ انسانیِ خویش از قطع نظر ز ماسوی اللہ دارم

(ہرچند کہ میرے قلب و جان حالات سے باخبر ہیں اور میں عقل کی آنکھ سے راستے پر نظر رکھے ہوئے ہوں لیکن ہر قیمت پر خدا کے ماسوا جو بھی کچھ ہے اس کے مقابلے میں میں اپنی شخصی آزادی اور احترام کو اہمیت دیتا ہوں۔)

آپ دیگر اسلامی تعلیمات کی تبلیغ اور فروغ کے علاوہ شاہ کے دَور کے ایران کی فحاشی اور بے حیائی سے سخت نالاں تھے اور آپ عورتوں کو پردے کی تلقین فرماتے تھے۔

اے خواہر اگر قلعہ نشینت کردند درماندہ و محبوس این چنینت کردند
خوش باش کہ در جمع دل افروختگان شائستہ افسر و نگینت کردند

(اے بہن! اگرچہ تجھے چار دیواری میں بند کر دیا گیا ہے اور احمقوں کے خیال میں تجھے مجبور اور محبوس کر کے رکھا گیا ہے، لیکن روشن دل لوگوں کی نظر میں تجھے تاج اور ہیروں کے لائق قرار دیا گیا ہے۔)

اب آہستہ آہستہ سروش کے زمانہ میں ایران میں بھی آزاد شاعری کا چرچا ہونے لگا جس میں قافیہ و ردیف کی حدود و قیود تو کجا وزن اور ربط کا خیال بھی باقی نہ رہا۔ دراصل یہ جلدی جلدی کی شاعری تھی جس میں فرصت ہی کہاں تھی کہ اسلاف اور اساتذہ کی صحیح انداز میں پیروی کی جائے۔ لیکن سروش نے تو علامہ اقبال کے افکار و تصورات کو آزاد شاعری کی صورت میں بیان کرنا شروع کر دیا۔ کارل مارکس کے بارے میں علامہ اقبال

کے مصرع ؎ "قلبِ او مؤمن دماغش کافراست" پر یوں طبع آزمائی فرماتے ہیں ؎

اے مکار

کدامیں مکتب ات آموخت ای مکار! آن آئین عیاری
(کون سے مکتب نے سکھائے تجھے اے مکار' عیاری کے دساتیر؟)
وایں قدسی ترین اسرار سبحانی
(اور تو نے اڑائے یہ کہاں سے ہیں اسرارِ نہانِ سبحانی؟)
کہ مزدا قلب و مزدک عقلی و باطن مسلمانی
(دل تیرا ہے زرتشتی' عقل میں مزدک ہے' باطن میں مسلمانی!)
چہ افگندی در آن ساغر
(پھر تو کون سے ساغر کو لے آیا ہے محفل میں؟)
چہ معجون بادہ آمیزی
(ہے جس میں مئے رنگین افیون کی آمیزش)
چنیں مست و سراندازی
(تو مست ہے' باغی ہے' گستاخ ہے' لامذہب ہے)
(کدامے زافیون در سبو ریزی
(کیا جام بھرے تو نے آمیزۂ افیون سے)

آپ کے جو منظومات علامہ اقبال کو مخاطب کر کے لکھے گئے ہیں ان میں "طرحِ حرم" "پیرانِ بے پیر" "نوائے مرغِ قفس افسردہ" "افق خون رنگ" "اے سیمرغ قاف زن" "صفای قلبِ نامیدن" دل انگیز نظمیں ہیں۔ یہاں پر ان سب کا پوری تفصیل سے بیان کرنا مشکل ہے۔ یہاں پر چند ایک چیدہ چیدہ منظومات آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ شاعر کی علامہ اقبال کی عقیدت کے اظہار کے علاوہ آپ پہ یہ واضح ہو سکے کہ علامہ اقبال کا کلام جب ایران پہنچا تو پھر کس نئے اور انقلابی انداز سے اس کی مزید اشاعت ہوئی۔ سروش کی مندرجہ ذیل آزاد نظمیں انقلاب سے پہلے کے دَور میں ایران میں علامہ اقبال کے اشعار و افکار کی بازگشت کا ایک اچھوتا نمونہ ہیں جو ملک

کے طول و عرض میں سنائی دے رہی تھیں۔

معمارِ جہانِ دیگری (جہانِ نو کا معمار)

برہمن زادہ ای پاک اہو رائی کجائی؟
(کہاں ہو اے برہمن زادۂ اللہ مست و مومن روشن نگہ!)
کہ معمارِ جہانِ دیگری اندر ضمیرِ خاوران گردی
(کہ مشرق کے دل و جاں میں جہانِ نو کے تم معمار ہو اقبال!)
حرم تب کردہ از انبوہی بت ہای رنگا رنگ
(حرم لات و منات' اصنام سے پُر ہے' قیامت ہے۔)
مکدر گشتہ روح شرق زین پیرانِ مسند دار
(مسلط پھر سے مشرق پہ ہے ان گدی نشیں پیروں کی چالاکی)
کہ خود را خضرِ رہ دانند
(کہ خود کو خضرِ رہ مشہور کرتے ہیں زمانے میں)
ولی خضری کہ ہرگز رہ نبردہ است و بہ ہیچ الہام و اشراقی
(خضر کیسے ہیں' بے سیر و سفر' بے نورِ ایمان اور بے الہام و ایقان ہیں۔)
اَلا معمار و طراحِ حرم برخیز!
(حرم کے تم معمار ہو اقبال! پھر اٹھو)
چراغِ جاودانِ سوزِ حرم آیا فرو مردہ است
(اب تک جلنے والے اس حرم کا قمقمہ بجھنے کو آیا ہے۔)
دگر در مزرعِ جانی کلامِ پاکِ سبحانی نمی روید!
(کہ جاں کی کشت ویراں میں نہیں قرآن بار آور)
طراحِ حرم برخیز!
(حرم کی اے بنیاد رکھنے والے کیوں اٹھتے نہیں اقبال مٹی سے؟)
سرودی تازہ و صبح آفرین از مشرقِ اندیشۂ خلاقِ خود سر کن
(نئے اک نغمے کو چھیڑو کہ صبح انقلاب افکار مشرق میں نمایاں ہو)

بزن دستی بہ فتراکِ "الم نشرح"

("الم نشرح" کی چادر سے جہان کے سر کو پھر ڈھانپو)

و خود را ہمچو شمشیری بروی روزگاران زن

(کہ خود تلوار بن کے عصر حاضر سے بھی ٹکراؤ)

کہ این قدسی سرودِ آسمانی باطل السحر طلسمات است

(کہ شیطانی طلسموں کو فسون کو نغمہ افلاک بن جانے سے تم روکو!)

یہ نظم علامہ اقبال کے مصرع ؏ "ساختم طرحِ حرم در کافرستانِ شما" سے متاثر ہو کر لکھی گئی۔ اسی طرح آپ کا ایک مختصر قطعہ ہے جو حاضر خدمت ہے۔

چہ باید کرد اے یاران! (مرے یارو! ہے کیا تدبیر اب باقی)

چہ باید کرد ای یاران!

(مرے یارو! ہے کیا تدبیر اب باقی)

کہ من دیوانہ ام مستم

(کہ میں دیوانہ ہوں' مجنون ہوں' پاگل ہوں)

لائبریری

و اینک ہم شما را لاابالی وار و عاشق وار میگویم

(تمہیں میں عاشقوں' دیوانوں کی صورت بلاتا ہوں)

کہ اکنون نیز

(ابھی کچھ وقت باقی ہے)

بسی مفتون تر و عاشق ترم بر خویش

(میں اپنے آپ کا عاشق ہوں' خود آگاہ ہوں یارو!)

و بیش ازین تحمل کردنتوانم

(کہ اس کے بعد نہ باقی بچے گا میری دنیا میں)

نہ مہجوری نہ مشتاقی

(نہ عشق و عاشقی باقی نہ مہجوری رہے گی یاں)

"شعر را مقصود اگر آدم گری ست شاعری ہم وارثِ پیغمبری ست" (اقبالؔ)

(شعر کا مقصد ہے گر آدم گری۔ شاعری ہے ورثہ پیغمبری)

در زمانِ مہ نورہ و کہکشان پیا گفتگو

(مگر اس میری دنیا میں' جہاں فلک پیائی وایٹمی ایام میں اب تک)

از شعرِ بی معنی است

(مروج ہے ابھی بھی شعر و حرفِ بے معنی ولایعنی)

آپ کی ایک نظم "میلادِ شعر" ہے جو آپ نے علامہ اقبال کو خطاب کرتے ہوئے لکھی ہے۔ اس تمام نظم کا بیان تو طوالت کا باعث ہو گا صرف اس کے آخری حصے پہ اکتفا کیا جاتا ہے۔

میلادِ شعر۔ اہداء بہ مولانا اقبال

(عظیم شاعری کا ظہور! علامہ اقبال کی نذر)

شعری جوشد میانِ سینہء من

(ہیں ابلتے شعر سینے میں مرے)

شرح کن سینہ من را

(چاک کر دو اس مرے سینے کو تم)

ای کہ از تو در ضمیرِ من قیامت ہاست

(ہے بپا تیرے ہی دم سے میرے دل میں محشر موعودِ حق)

ای گرفتہ دامنِ من!

(ہاتھ میں تیرے مرا داماں ہے اے اقبال سن!)

در شبانِ تیرہ ام تنہا مگذاری

(مجھ کو تو تاریک راتوں میں نہ تنہا چھوڑ دے)

ای کہ از من بر در و دیوارِ کویت یادگاری ہاست

(میرے دم سے تیرے کوچے کے ہیں ہر دیوار و در پہ یادگاروں کے نقوش)

بیں! چسان عمری است تا من در میانِ خون و آتش

(دیکھ! میں نے عمر ساری خاک و خون اور آگ کے درمیاں ہی کاٹ دی)

چکہ' چکہ' چکہ' چکہ' چکہ

(قطرہ' قطرہ' قطرہ' قطرہ' قطرہ)

آب می گردم

(بن کے شبنم گر رہا پھولوں پہ ہوں)

ہیچ میدانی کہ آتشناک خونی ہم کہ در رگہای من جوشد

(کیا تجھے معلوم' میرا خونِ آتشناک ہے رگوں میں کھولتا کس جوش سے)

قطرہ 'قطرہ 'قطرہ 'قطرہ 'قطرہ

(اور پھر وہ قطرہ قطرہ قطرہ قطرہ)

شعری گردد

(شعر کی صورت میں ڈھل جاتا ہے آخر کار آج)

ای انقلاب آموز!

(ہے دکھایا تو نے میری قوم کو اک راہ پاکِ انقلاب)

باش تا ای انقلاب آموز!

- (ٹھہر تو اے عصرِ نو کے انقلابِ عالم اسلام کے اعلیٰ نقیب!)

زین دمِ گرمت

(میں تیری کچھ گرم سانسوں سے اڑا کر آگ کو)

ہای وھوی در جہان افتد

(کیوں نہ اس عالم میں ہنگاموں کی طرح ڈال دوں)

روشنانِ آسمانی در طرب آیند

(عالم بالا کے افرشتے بھی ہوں نغموں میں مست)

و بہ لاہور و ہرات و گنجہ و تبریز

(لاہور میں' گنجہ' ہرات اور قریۂ تبریز میں)

قندہار و بلخ

(قندہار میں اور بلخ میں)

اصفہان' شیراز' تہران

(اصفہان میں' شیراز میں' تہران میں)

جملگان جشنی بپا رایند

(اک جشن برپا ہو چلے ان سارے شہروں میں)

میلادِ شعری، شعر بکری، شعر پاکی

(اِک انقلابی شاعری کا ہو چکا آغاز ہے)

احمد سروش کی شاعری انقلابِ ایران کی پیش خیمہ ثابت ہونے والی جدید شاعری کا حصہ تھی۔ راقم الحروف نے ۱۹۷۸ء میں ایران میں علامہ اقبال کے کلیاتِ فارسی کے جو نسخے دیکھے وہ احمد سروش کا مرتب کردہ نسخہ کی اشاعت تھیں اور یہ کتاب ملک بھر میں بڑے پیانے پر دستیاب تھی۔

علامہ اقبال اور ڈاکٹر محمد مصدق

جناب ڈاکٹر محمد مصدق کی انقلابی شخصیت کا ذکر ہو چکا ہے جنہوں نے ۱۹۵۳ء میں انقلابی رہنما کی حیثیت سے ایران کو شہنشاہیت کے پنجہ استبداد سے وقتی طور پر چھڑا کر وہاں پر جمہوریہ کا اعلان کر دیا تھا مگر سی آئی اے کی شاطرانہ کوششوں سے بادشاہ کے اقتدار کو دوبارہ بحال کر دیا گیا۔ ملک الشعراء بہار کے چچیرے بھائی شیخ احمد بہار نے مصدق کو علامہ اقبال کے استعمار اور مغربی قوتوں کے خلاف پیامِ حریت سے آگاہ کیا۔ اسی طرح مصدق کے معاونِ وزارت اطلاعات آقای فرھمند سے جناب عرفانی کے برادرانہ تعلقات تھے۔ ان کے توسط سے بھی علامہ اقبال کا پیغام مصدق تک پہنچتا رہا اور ڈاکٹر عرفانی کی کئی بار مصدق سے بالمشافہ ملاقات بھی ہوئی۔ ملک الشعراء بہار کی یومِ اقبال (۱۹۵۰ء) کی تقریب میں اس تجویز پر کہ عالم اسلام کے اتحاد کی ابتداء پاکستان اور ایران سے ہونی چاہئے، جناب مصدق نے پاکستان اور ایران کے مابین کسٹم کی پابندی ختم کرنے کی تجویز بھی پیش فرمائی۔ برٹش آئیل کمپنی کے خلاف مہم کے دوران مصدق کو علامہ اقبال کا یہ شعر بہت پسند آیا ؎

ترا نادان امیدِ غمگساری ہا ز افرنگ است؟

دل شاہین نسوزد بہر آن مرغی کہ در چنگ است

(اے احمق! تجھے افرنگ سے غمگساری کی توقع ہے۔ شاہین کا دل اس پرندے کے لئے کبھی بھی نہیں تڑپتا جو اس کے اپنے پنجے میں جکڑا ہوا ہو۔)

یومِ اقبال ۱۹۵۲ء کے موقع پر جناب عرفانی اور احمد بخش بہار نے مل کر مصدق کے لئے علامہ اقبال کے یومِ پیدائش کے موقع پر نشری تقریر کا ایک ڈرافٹ تیار کیا جو مصدق کی زبان سے ریڈیو ایران سے نشر ہوا اور جناب مصدق نے یومِ اقبال کی تقریب کی تمام کارروائی بھی براہ راست ریڈیو پر نشر کرنے کا حکم دیا۔ ڈاکٹر مصدق کی تقریر کے کچھ اقتباسات درج ہیں :

"اقبال نے استعماریت کے ظلم و ستم کے خلاف اپنے عالی مقاصد دلکش پیغام کے ذریعے اعلان بغاوت کیا۔ جو چراغ اقبال نے ملت کی ہدایت' رہنمائی اور قیادت کے لئے جلایا ہے وہ نہ صرف زمانے کے تمام حادثوں میں روشن و منور رہے گا بلکہ روز بروز اس کی شعاعیں روشن تر اور اس کا نور درخشاں تر اور امید افزا ہوتا چلا جائے گا۔

اقبال نے اپنے افکار کے اظہار کے لئے فارسی زبان کا انتخاب کیا ہے۔ وہ ہمارے، مشترک ادب و افکار کو بے حد اہمیت دیتا تھا اور اس کی بنیاد ان دو برادر دوست اقوام کے قدیم اتحاد پر مبنی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے روحانی اور ثقافتی روابط کو مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ ایران بھی اس ارتباط کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ میرے لئے یہ باعث مسرت ہے کہ میں نے اس پیغام کے ذریعہ اس جشن میں شرکت کی"

وزیر اعظم مصدق کا پیغام نشر ہونے کے بعد کوچہ و بازار کے لوگ بھی علامہ اقبال اور پاکستان کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگے۔ چونکہ مصدق کی آواز اُس وقت ملت ایران کی آواز تھی اس لئے علامہ اقبال کو ایران اور عالم اسلام کا ہیرو' نمائندہ اور ترجمان تسلیم کر لیا گیا۔ اس موقع پر آذربائیجان (ایران) کے عظیم شاعر کاظم رجوی نے کہا ؎

یکی شد آب روانی چو ریخت در دریا — زجوی ایران در جوئبار پاکستان

(ایران کی ندی کا پانی اور پاکستان کی ندی کا پانی ایک ہو گیا جب ایران کی ندی سے یہ پاکستان کے دریا میں ملا اور پھر سمندر کی نذر ہو گیا۔)

سرکاری اور عوامی طور پر یہ اعلیٰ ترین سطح پر علامہ اقبال کی تائید تھی۔

(جاری ہے)

حُبُّ النَّبِیّ ﷺ

مرتب : حافظ محبوب احمد

تاریخ اسلامی اپنے واقعات کی روشنی میں انتہائی دلچسپ ہے۔ دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد جہاں ایک طرف خلافت بنو اُمیہ میں حکومت بطور خاندانی وراثت کا نظریہ متعارف ہوا' جس کے نتیجے میں واقعہ کربلا جیسا حادثہ فاجعہ پیش آیا' اور اس نظریہ نے مسلم سیاسی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے وہیں اس دور میں بعض ایسی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں جو بعد میں آنے والے مسلم حکمرانوں کو نصیب نہ ہوئیں۔ مثلاً خلافت راشدہ کی فتوحات میں وسعت' ایک مرکز' سادہ عربی تمدن اور عرب بحیثیت ایک فاتح قوم خلافت بنو امیہ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اس دور میں عربی زبان وادب اور عربی اخلاق و مراسم تمام مفتوحہ اقوام میں فروغ پذیر ہوئے۔

ابتدائے اسلام اور خلافت راشدہ میں تو مسلمانوں کی زندگی نہایت سادہ تھی مگر عہد بنو اُمیہ میں کثیر فتوحات نے مسلم معاشرے میں دولت نے اپنی شان و شوکت دکھانا شروع کی۔ چنانچہ وسیع و عریض جاگیریں' محلات اور سامان عیش کا استعمال شروع ہوا اور وہ سپاہیانہ انداز جو پہلے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھا' بتدریج مٹتے مٹتے بالکل ختم ہونے لگا اور اس کی جگہ خوبصورت لباس' پر تکلف مکانات اور زیب و زینت کے سامان ضروریاتِ زندگی میں داخل ہونے لگے۔

مذہبی نقطۂ نظر سے اگرچہ دور عثمانیؓ سے مختلف نظریات کے حامل گروہ مسلم معاشرے میں پنپنا شروع گئے تھے تاہم اِن تمام کا مرکز و محور اور مدارِ استدلال قرآن وحدیث کے سوا اور کچھ نہ تھا اور وہ کتاب و سنّت کے سوا کسی تیسری چیز کو فیصل نہ سمجھتے تھے لیکن بعد میں بہت سے ایسے فرقے مسلمانوں میں پیدا ہونے لگے جنہوں نے کتاب و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے پیروں' مرشدوں' اماموں اور علماء کے اقوال و اجتہاد کی پیروی کو کافی سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت بنو امیہ کے زمانے میں مسلمانوں کی تمام تر توجہ قرآن مجید اور سنّت رسول اللہ کی طرف منعطف رہی۔ اس کے بعد قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں نے کم التفاتی و غفلت کا برتاؤ شروع کیا۔ اور یہ نحوست یہاں تک ترقی پذیر ہوئی کہ آج ہمارے زمانے میں ایک واعظ اور ایک فارغ التحصیل مولوی کیلئے بھی یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو تدبر کے ساتھ پڑھے اور سمجھے۔ دورِ عباسیہ اس حوالے سے نہایت اہم ہے کہ دوسرا عباسی خلیفہ منصور خود اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم دین' اور علم حدیث میں نہایت قابل شخص تھا اور اسی نے امام مالک رحمہ اللہ کو مؤطا کی

تالیف پر آمادہ کیا۔ تاریخ کی کتابوں میں امام مالک اور اس کے درمیان ہونے والا ایک مکالمہ اس طرح درج ہے :

ایک مرتبہ منصور نے امام مالکؒ کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے کہا کہ "اے ابوعبیداللہ تم جانتے ہو کہ اب اسلام میں تم سے اور مجھ سے زیادہ شریعت کا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ میں تو ان خلافت و سلطنت کے جھگڑوں میں مبتلا ہوں' تم کو فرصت حاصل ہے' لہٰذا تم لوگوں کیلئے ایک ایسی کتاب لکھو جس سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ اُس کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواز اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد و احتیاط کو نہ بھرو اور لوگوں کیلئے تصنیف و تالیف کا ایک نمونہ قائم کرو"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بخدا منصور نے یہ باتیں کیا کہیں تصنیف ہی سکھا دی۔

ہارون الرشید (۱۷۰۔ تا ۱۹۳ھ) اور مامون الرشید (۱۹۸ء تا ۲۱۸ھ) کا دور اس حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے اس دور میں مختلف مذاہب کی کتب اور نظریات اسلامی معاشرے میں در آئیں۔ ہارون الرشید کے زمانے میں یہودی' عیسائی اور ہندوستانی علماء کی قدر و منزلت کی گئی۔ عبرانی زبان کی کتابوں کے ترجمے ہوئے اور مختلف علوم و فنون کی تدوین کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس دور میں شاعری اور موسیقی کے چرچے بھی بغداد میں پھیلے۔

اب آیئے دورِ مامون کی طرف۔ اگرچہ مامون الرشید نے اپنے بیس سالہ دور میں سے بہت بڑا حصہ میدانِ جنگ میں گزارا تاہم اس کے عہدِ خلافت میں علوم و فنون کے جس قدر دریا بہے اور مامون نے اس طرف توجہ کر کے جو کارہائے نمایاں علمی دنیا کیلئے انجام دیئے وہ قابل حیرت ہیں۔ ہارون الرشید عباسی نے بغداد میں بیت الحکمت کے نام سے ایک دار الترجمہ اور دار التصنیف قائم کیا تھا جس میں مختلف ملکوں کے رہنے والے مختلف مذاہب کے پیرو اور مختلف زبانیں جاننے والے علماء مصروف کار رہتے تھے۔ مامون کو ارسطو کی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا شوق ہوا تو اُس نے قیصر روم کو لکھا کہ ارسطو کی تمام تصانیف جہاں تک دستیاب ہو سکیں' فراہم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ قیصر کو اس حکم کی تعمیل میں کچھ تامل ہوا اور اُس نے اپنے عیسائی علماء سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ :

"فلسفہ کی کتابیں ہمارے ملک میں مقفل و محفوظ ہیں اور اُن کو پڑھنے پڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں کیونکہ اُس سے مذہبی احترام لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔ اِن کتابوں کو آپ ضرور خلیفہ اسلام کے پاس بھجوا دیں تاکہ وہاں فلسفہ کی اشاعت ہو اور مسلمانوں کا مذہبی جوش سرد پڑ جائے"۔

قیصر نے پانچ اونٹ ان کتابوں سے لاد کر مامون الرشید کے پاس بھجوا دیئے۔ اسی طرح اُس نے

مجوسی علماء کو بڑی بڑی بیش قرار تنخواہوں پر ملازم رکھ لیا اور انہیں علوم و فنون کے ترجمہ کی خدمت سپرد کی۔ ہندوستان کے راجاؤں کو معلوم ہوا تو انہوں نے مامون الرشید کی خدمت میں سنسکرت کے عالموں اور بڑے بڑے پنڈتوں کو بطور تحفہ بھیج کر خلیفہ کی خوشنودی حاصل کی۔ بیت الحکمت کے مترجموں کی تنخواہیں ڈھائی ڈھائی ہزار درہم تک تھیں اور اُن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی' جن میں یعقوب کندی' حنین بن اسحٰق' قسطابن لوقا بعلبکی' ابو جعفر بن عدی اور جبرئیل بن بختیشوع وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

اگرچہ یہ پس منظر زیادہ طویل ہو گیا ہے تاہم اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ دورِ بنو عباس میں دوسرے تمام علوم کی سرپرستی تو باعدگی سے اور بہت بڑے پیمانے پر ہوئی تاہم اس دور میں اسلامی علوم کے حوالے سے انفرادی کوششیں تو نظر آتی ہیں مگر حکومتی سرپرستی کا عنصر قریباً خالی ہے' اگرچہ ان تمام حکمرانوں نے مذہبی طبقے سے اپنے تعلقات کو بہتر بنایا ہوا تھا۔

مختلف علوم کی اشاعت نے اسلامی معاشرے میں بے تحاشا نظریات اور اصطلاحات پھیلا دیئے' جو اسلام کی سادہ تعلیمات اور نظریات پر اثر انداز ہوئے۔ ان میں سے بہت سی اصطلاحات نے خود اسلامی اصطلاحات پر بھی اثر و نفوذ کیا۔ مثلاً اسلام نے اپنے لئے "دین" کی اصطلاح استعمال کی مگر بعد میں اس کیلئے "مذہب" کی اصطلاح پھیلی۔ اسلام نے تربیت و تزکیہ نفس کیلئے "احسان" کی اصطلاح استعمال کی مگر اس مقصد کیلئے "تصوف" جیسا مجہول النسب لفظ استعمال ہوا' صلوٰۃ کی جگہ نماز نے لے لی۔ مَحبّت کیلئے قرآن و حدیث میں حُب نبوی اور حُب اللہ جیسی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں' مگر بعد میں "عشق" کو قرآنی اصطلاح یعنی "حب" پر فوقیت دیتے ہوئے اسے عام کر دیا گیا۔ اور عوام الناس کیلئے وقت کے ساتھ ساتھ یہ اسلامی اصطلاحات کا درجہ حاصل کر گئیں۔ چنانچہ اصل اسلامی اصطلاحات جو پاکیزہ معنی رکھنے والی ہیں ان کیلئے غیرمانوس ہو گئیں اور یہ مجہول معنی کی حامل جاہلانہ اصطلاحات معتبر ٹھہریں۔

چونکہ ہمارے اس مضمون کا موضوع حُب النبی ﷺ ہے لہٰذا یہ کافی طویل تمہید باندھنا پڑی ہے۔ ہمارے ادب کی دونوں اصناف یعنی نثری و شاعری ادب میں لفظ عشق و محبّت کا استعمال عام ہے اور ادب کے دلدادہ اس اصطلاح سے بخوبی آگاہ ہیں۔ صوفیاء بھی عشق الٰہی جیسی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور نعت خواں حضرات تو اکثر و بیشتر عشق کا لفظ اپنی نعتوں میں استعمال کرتے ہیں' بلکہ خود کو عاشق رسولؐ کہلانا بھی باعث فخر سمجھتے ہیں۔ تاہم چونکہ ہمارا موضوع حُب النبی ﷺ ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ان دونوں الفاظ کے معانی پر غور کر لیا جائے تاکہ ہم اپنے جذبات اور خیالات کا جائزہ لے سکیں اور جان سکیں کہ یہ دونوں الفاظ کن معانی میں استعمال ہوتے ہیں

اوران کی روشنی میں کچھ اپنے دل کا حال بھی جان سکیں۔ قاموس میں ہے :

الجنون فنون والعشق من فنه يستجلبه المرء على نفسه باستحسان بعض الصور والشمائل

"جنون کی بہت سی اقسام ہیں' عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود پر وارد کرلیا کرتا ہے"۔

اور بقول ایک شاعر کے ؎ "کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا" اس کے مقابلے میں قرآن وحدیث میں "حب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ نسبتاً سادہ اور پاکیزہ معانی کا حامل ہے۔ محبّت کے معنی محبوب کی طرف رغبت بیان کئے جاتے ہیں' بعض کے نزدیک محبّت محبوب کیلئے ایثار کا نام ہے' جبکہ بعض نے کہا ہے کہ محبّت اسے کہتے ہیں کہ دل کو محبوب کی مراد کے تابع کردیا جائے۔ محبّت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی تھی۔ حدیث مبارکہ "اَلْاَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ" اِس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ محبّت کی ایک تعریف درج ذیل طرح سے کی جاسکتی ہے : "محبّت روح کے میلان صحیح کا نام ہے"۔

جب ہم ان دونوں الفاظ کے معانی پر غور کرتے ہیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حُب یا محبّت نسبتاً پاک اور واضح معنی رکھنے والا لفظ ہے اور قرآن وحدیث میں بھی اسی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اور جب ہم عشق کے معنی جنون دیکھتے ہیں تو لامحالہ یہ لفظ کسی مقدس کلام میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ اُمت مسلمہ کے نزدیک قرآن کریم واحادیث ہی دو ایسے کلام ہیں جو "ملوک الکلام" کہلانے کے مستحق ہیں اور یہی کلام کے معیار کو جانچنے کا پیمانہ ہیں۔ ماہرین احادیث وقرآن سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام میں لفظ عشق کا استعمال کہیں نہیں ہوا۔ زاد المعاد میں لکھا ہے کہ :

ولا يحفظ عن رسول الله ﷺ لفظ العشق فى حديث صحيح البتىة (زاد المعاد ج ۲' ص ۹٦)

واضح رہے کہ ایک حدیث جس کا راوی صرف سوید بن سعید ہے' میں یہ لفظ موجود ہے' لیکن ائمہ جرح وتعدیل نے اس کی صحت سے انکار کیا ہے :

((من عشق فعف فمات فهو شهيد)) او ((حديث من عشق و كتم وعف وصبر الخ)) (۱)

پس جب عشق کے معنی از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا اور رسولؐ کے پاک کلام میں اس لفظ

کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ میں سے شمار نہ کیا جاتا۔ بے شک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں لفظ محبّت ہی کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محبّت ہی صفت کمال انسانی ہے۔ محبّت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبّت روح کے میلانِ صحیح کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالاتِ عالیہ کی وجہ سے محبّت کئے جانے کے شایان ہو' جبکہ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب' محبوب ہی ہے' خواہ کوئی محب پیدا ہو یا نہ ہو مگر معشوق' معشوق نہیں جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل "لیلیٰ را بہ چشم مجنون باید دید" کے واضع نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

محبّت میں بھی مدارج ہوتے ہیں۔ انسان کا محبوب جتنا زیادہ پاکیزہ اور صفاتِ کمال کا حامل ہو گا لازمی بات ہے کہ اس کی محبّت بھی اتنی ہی زیادہ پاکیزہ اور اعلیٰ و ارفع ہو گی۔ محبّت کو ذات و صفاتِ محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہو گا اِسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اُس کی جانب میلان ہو گا۔[۲] ارشادِ ربانی ہے :

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ... ﴾ (البقرۃ : ۱۶۵)

"لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا مدمقابل بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبّت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبّت ہونی چاہیئے' مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں اللہ کے ساتھ زیادہ بڑھی ہوئی ہیں"۔

محبّت ہی آزمائش میں ثابت قدمی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیلنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ محبّت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبّت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقاء کو تختِ ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔ محبّت ہی ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے :

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ))[۳]

"ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبّت کرتا ہے"۔

محبّت کی بنیاد کسی کمالِ اصلی پر ہوتی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ' نوشیرواں عادل' ہارون الرشید' نور الدین جہانگیر جیسے بے شمار نام تاریخ میں ہمیں ملتے ہیں جن سے لوگ محبّت کرتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعویٰ میں ڈگری ان کی عدالت سے ملی ہو' بلکہ اس لئے کہ یہ لوگ صفت عدل و داد کو محبّت کے قابل سمجھتے ہیں۔

سینکڑوں لوگ آج بھی حاتم طائی سے محبّت رکھتے ہیں' اس لئے نہیں کہ انہیں اس کی جائیداد سے کوئی حصہ ملا ہے بلکہ اس لئے کہ ان کو صفت جود و سخا محبّت ہوتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ' حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' صلاح الدین ایوبی' نور الدین زنگی اور احمد شاہ ابدالی رحمۃ اللہ علیہ کی داستانیں پورے جوش سے پڑھتے ہیں' اس لئے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں بلکہ اس لئے کہ صفت مردانگی و شجاعت سے ان کو محبّت ہوتی ہے۔ بیسیوں اشخاص سقراط و افلاطون و بقراط کے نام محبّت اور پیار سے لیتے ہیں' اس لئے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے ہمیشہ عوام پر بند رہتے تھے کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے قدر دان ہوتے ہیں۔ بیسیوں اشخاص شیکسپئر' ہومر' فردوسی' سعدی' لبید و متنبی' بیاس اور دالمیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام قوتِ گویائی کو صرف کردیا کرتے ہیں' صرف اس لئے کہ یہ لوگ رازِ فطرت کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کی جو اس فن میں کمال کرے' پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی کی محبّت کا مذکور ہے وہ تو ان تمام صفات سے متصف ہے۔ ایک آدم علیہ السلام انابت اِلی اللہ کا راز آشکار کرنے والے' ایک ادریس علیہ السلام علومِ اولین آخرین کا درس دینے والے' ایک نوح علیہ السلام اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والے' ایک ابراہیم علیہ السلام گنہگاروں کیلئے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والے' ایک اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والے' ایک یعقوب علیہ السلام خدائے قادر سے عہد باندھنے والے' ایک یوسف علیہ السلام بدخواہ اور بداندیش پر ترحم کرنے والے' ایک موسیٰ علیہ السلام قوم کو برگزیدہ بنانے والے' ایک ہارون علیہ السلام امام فصیح' ایک یحییٰ علیہ السلام علیہ السلام مبلغ و متواضع' ایک داؤد علیہ السلام قوم کو اجتماعی قوت دینے والے' ایک سلیمان علیہ السلام خدا کیلئے پاک گھر بنانے والے۔

ہاں وہ جس کے منہ میں خدا کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی' جسے مسیح علیہ السلام نے روح الحق بتایا' جس کی ہیبت و جلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا' جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا' جس کی حمد سے حبقوق علیہ السلام نے عالم کو پُر آوازہ کیا' جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملاکی علیہ السلام نے خدا کے گھر کو جلال دیا' جس کے لباس اور ران پر ''شہنشاہوں کا شہنشاہ' خداوندوں کا خداوند'' لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا' جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔ کیا کوئی صاحب بصر' صاحب دل ایسے محبوب' ایسے محمود' ایسے مصطفیٰ' ایسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا اور اس فدا ہونے کو اپنے لئے غایت شرف و انتہائی کمال انسانیت نہ سمجھے گا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من النبیین والمرسلین۔ (۴)

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے :

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ... ﴾ (التوبہ : ۲۴)

"سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو تمہارے ماں باپ' بیٹے بیٹیاں' بہن بھائی' زن و شوہر' قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں خدا اور رسول سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لئے اپنا کوئی حکم بھیج دے"۔

اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی محبّت عام میلان انسانی کے موافق مسلّمہ ہے اور اسی لئے رب العالمین نے جو فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا مالک ہے ان سب کے ساتھ انسانی محبّت کی نفی نہیں فرمائی اور نہی نہیں کی۔ بلکہ تفریق درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ دنیوی لذات کا بیان ہوا ہے اور ان کو ہیچ اور فانی بیان کیا گیا ہے کہ یہ تمام عیش و عشرت کے سامان محض چند روزہ ہیں اور عالم جاودانی کے مقابلہ میں خواب کی مانند ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴ میں ارشادِ ربّانی ہوتا ہے :

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ' ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ' وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ ﴾

"لوگوں کیلئے نفسانی خواہشوں کی چیزوں کو زینت دی گئی ہے' جیسے عورتیں اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے خزانے سونے چاندی کے اور نشاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی' یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے' اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے"۔

اس آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو طرح طرح کی نعمتوں اور لذتوں سے سجایا ہے۔ ان سب چیزوں میں سے سب سے پہلے عورتوں کو بیان فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ان کا فتنہ بڑا زبردست ہے۔ صحیح حدیث میں ہے

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ))

"میرے بعد مَردوں کیلئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں کہ جو مَردوں کیلئے ضرر رساں ہو"۔ (۵)

مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اے اللہ جب تو نے اسے زینت دے دی تو اس کے بعد کیا؟ اس پر اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ (۶) یہی راز درج ذیل حدیث میں کھولا گیا ہے :

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) (۷)

"تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اسے مجھ سے (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) ماں باپ، اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبّت نہ ہو"۔

اور حدیثِ مبارکہ جس میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے :

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ))

"تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل و عیال اور مال سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں"۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں، یعنی حضور کے وہ اوصافِ عالیہ اور محاسن جمیلہ جنہوں نے حضور ﷺ کو حبیب خدا اور محبوبِ خلق بنادیا ہے، ثبات و استقرار رکھتے اور دوام و بقا سے متمکن ہیں اور آپؐ کی ذات ہی محبّت و اطاعت کے لائق ہے اور آپ کی محبّت باعث نجات ہے۔

حواشی

(۱) ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی نسبت سخت ترین الفاظ استعمال کئے ہیں۔
(۲) رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ج ۲
(۳) صحیح بخاری عن ابی موسیٰؓ، باب علامۃ الحب، کتاب البر والصلۃ
(۴) رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ج ۲، ص ۳۲۷
(۵) تفسیر معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی
(۶) تفسیر ابن کثیر، ابوالفداء حافظ عماد الدین ابن کثیر
(۷) صحیحین، بہ روایت حضرت انسؓ
(۸) صحیح ابن خزیمہ، زرقانی جلد ۶، ص ۲۸۰

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

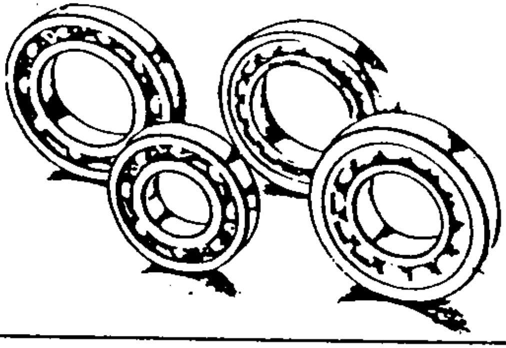

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.

G.P.O. Box #. 1178 ***Phones :*** 7732952 - 7730595 ***Fax :*** 7734776 - 7735883

E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : ***SIND BEARING AGENCY,*** 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)

Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

ONTHLY
Meesaq
AHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 48 No. 10
Oct. 1999

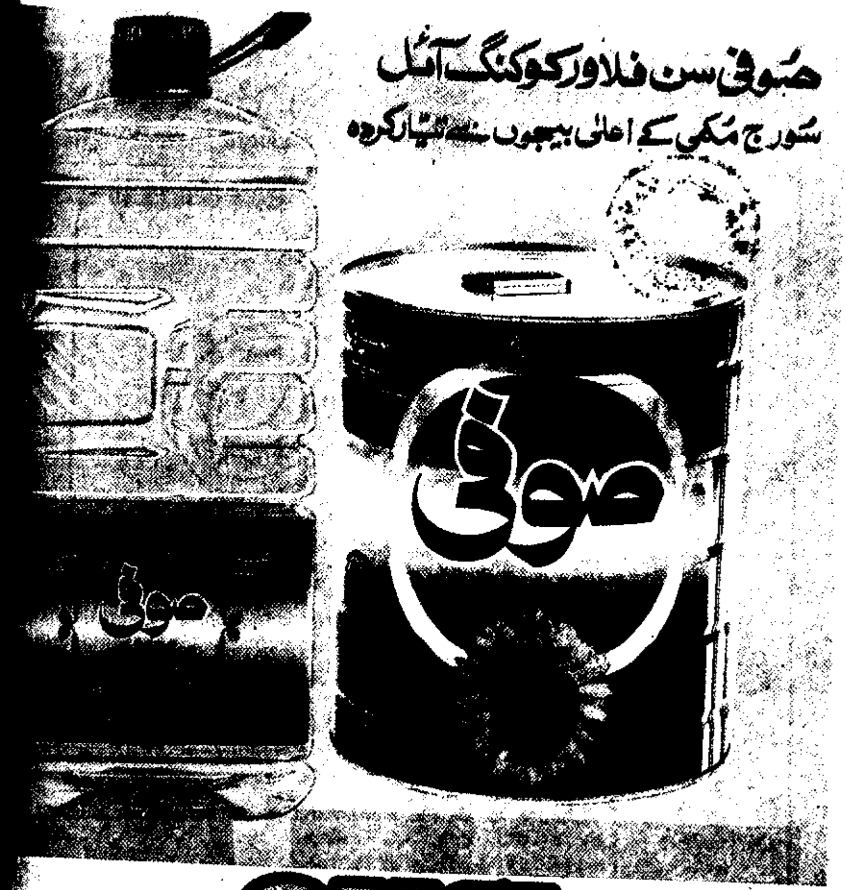

SUFI

صُوفی سوپ اینڈ کیمیکل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمی

حمزہ ویجیٹیبل آئل ریفائنری اینڈ گھی مِلز (پرائیویٹ) لمی

Head Office: 39-Fleming Road, Lahore, Pakistan.
Tel: 7225447-7221068-7244951-3
Fax: 92-42-7239909 & 92-42-7311583